www.urduchannel.in

ننّھا بہادُر

رئیس صدیقی

مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

اردو چینل
www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

ننھا بہادُر

(بچوں کی پچیس کہانیوں کا مجموعہ)

رئیس صِدّیقی

ایم اے (اردو، ہندی) بی ایڈ، ڈپلوما اِن ماس میڈیا

ڈی ڈی اردو دوردرشن نئی دہلی

مکتبہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی۔ ۲۵

©رئیس صِدّیقی

تقسیم کار:

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
E-mail: monthlykitabnuma@gmail.com

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار۔ جامع مسجد، دہلی۔ 110006
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ۔ ممبئی۔ 400003
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونی ورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ۔ 202002
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، نئی دہلی 110025

ستمبر ۲۰۱۱ء تعداد: 00 10 قیمت: - /30 روپے

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج۔ نئی دہلی ۲ میں طبع ہوئی

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

میری نانی جان

محترمہ شہزادی صاحبہ

جو مجھے روزانہ کہانی سناتی تھیں

اور

میری لختِ جگر

ثمن رئیس

کے

نام

جو مجھ سے روزانہ کہانی سنانے کی فرمائش کرتی ہے

www.urduchannel.in

رئیس صدیقی

پورا نام : محمد رئیس صِدّیقی

قلمی نام : رئیس صِدّیقی

تعلیم : ایم اے (ہندی و اردو ادب) بی۔ایڈ، ڈپلوما اِن ماس میڈیا

اعزازات : سہیل عظیم آبادی اعزاز برائے بچوں کا ادب (ساہتیہ سنسد پٹنہ)

دہلی اردو اکادمی اردو الیکٹرانک میڈیا ایوارڈ (ریڈیو رٹی وی)

مطبوعات : شیروں کی رانی، ننھا بہادر، جان پہچان، اچھا خط کیسے لکھیں؟ اردو لرننگ کورس، زبانِ اردو (قاعدہ، حصّہ اول، حصّہ دوم)

ترجمہ نگاری : دو سائنسی کتابوں کے ہندی سے اردو ترجمے (۱) کرشموں کا راز (۲) آیوڈین کے سپاہی اور انگریزی، فارسی و ہندی سے کہانیوں و مضامین کے اردو ترجمے۔

صحافت : ہفت روزہ عمل کانپور، ہندی ماہنامہ دِویہ گُنج دہلی، انگریزی ماہنامہ اِٹرنل انڈیا دہلی

ریڈیو رٹی وی: بچوں کے لیے کہانیاں، ڈرامے مضامین اور نظامت وغیرہ

ملازمت: ۱۹۹۱ء میں UPSC کے ذریعہ ریڈیو رٹی وی کے لیے Programme Executive منتخب ہوئے۔ ۲۰۰۷ء تک، آل انڈیا ریڈیو کے اردو مجلس پروگرام کے نگراں رہے۔

آج کل دور درشن کے ڈی ڈی اردو سے وابستہ ہیں۔

www.urduchannel.in

رئیس صِدّیقی کی کتابیں

۱۔	جان پہچان	(بچوں کے ادیبوں اور شاعروں سے انٹرویوز)
۲۔	اچھّا خط کیسے لکھیں؟	(فنِ خطوط نگاری)
۳۔	اُردو لرننگ کورس	(ہندی سے اُردو سیکھانے کی مکمل گائڈ)
۴۔	زبانِ اُردو	قاعدہ
۵۔	زبانِ اُردو	حِصّہ اول
۶۔	زبانِ اُردو	حِصّہ دوم
۷۔	شیروں کی رانی	(بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)
۸۔	ننھا بہادُر	(بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)
۹۔	باتونی لڑکی	(بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ، زیرِ طبع)
۱۰۔	کرشموں کے راز	(زیرِ طبع)
۱۱۔	آیوڈین کے سپاہی	(زیرِ طبع)

فہرست

❐	تعارف نامہ: رئیس صِدّیقی	سمیر الحق	۵
❐	میرے دل کی بات	رئیس صِدّیقی	۱۱
❐	رئیس صِدّیقی اور بچوں کی کہانیاں	مخمور سعیدی	۱۳
❐	میری نظر میں: رئیس صِدّیقی	مظفر حنفی	۱۵
❐	بچوں کا ادب اور رئیس صِدّیقی	تنویر احمد علوی	۱۷
❐	بچوں کے ادیب: رئیس صِدّیقی	بِسمل عارفی	۲۳

کہانیاں

۱۔	ننھا بہادُر	۲۷
۲۔	دِلیر انسان	۲۹
۳۔	بلّی رانی	۳۰
۴۔	وفادار راجا	۳۲
۵۔	ایک چھوٹا سا گھر	۳۴
۶۔	شرارت	۳۷
۷۔	قلم چور	۳۹
۸۔	چھپا دُشمن	۲۴
۹۔	بُزدِل ساتھی	۴۴
۱۰۔	عقلمند کوئل	۴۶
۱۱۔	چالاک مُرغا	۴۸
۱۲۔	عقلمند کسان	۵۱
۱۳۔	شکاری شکار ہو گیا!	۵۴
۱۴۔	عقلمند سوداگر	۵۷

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

۱۵۔ حاضر جواب لڑکا ۵۹
۱۶۔ قِصّہ ایک آئنہ کا ۱۶
۱۷۔ چوہیا رانی ۶۳
۱۸۔ آدم خور بھول بھلّیاں ۶۷
۱۹۔ دان ۷۰
۲۰۔ اثر کڑوے پانی کا ۷۲
۲۱۔ موت کے لمبے ہاتھ ۷۴
۲۲۔ آغا صاحب کی ایک شرارت ۷۶
۲۳۔ کہانی میں کہانی ۷۸
۲۴۔ فیصلہ ۸۱
۲۵۔ اِنسانیت کا پاک چہرہ ۸۴

www.urduchannel.in

تعارف نامہ: رئیس صدیقی

نئی دہلی کے صفدر ہاشمی روڈ، نزد منڈی ہاؤس میں واقع شری رام سینٹر میں، دہلی اردو اکادمی کے سالانہ جلسہ تقسیم ایوارڈ کی تقریب تھی اور دہلی کی وزیر اعلا محترمہ شیلا دِکشت نے دہلی ریڈیو اسٹیشن کے اردو مجلس پروگرام کے نگراں جناب رئیس صدیقی کو اس پروگرام میں الیکٹرانک میڈیا ایوارڈ ۲۰۰۴ء سے نوازا تھا۔ اس ایوارڈ میں انھیں اکیس ہزار روپے، توصیف نامہ، شیلڈ اور شال پیش کی گئی تھی۔ گذشتہ بائیس برسوں کے دوران دہلی اردو اکادمی نے اپنے اس زمرہ کے چوتھے ایوارڈ سے رئیس صدیقی کو نوازا تھا۔ میں اِس پروگرام میں خاص طور پر اُن کے لیے حاضر ہوا تھا۔

رئیس صدیقی گذشتہ ۲۲ برسوں سے الیکٹرانک میڈیا (ریڈیو، ٹی۔ وی) میں سرگرم عمل ہیں۔ رئیس صدیقی اردو زبان و ادب اور الیکٹرانک میڈیا کا ایک جانا پہچانا نام ہے۔ ان کا تعلق اتر پردیش کے شہر لکھنؤ سے ہے۔ ایم۔ اے (ہندی اور اردو) اور بی۔ ایڈ کرنے کے بعد صحافت میں دلچسپی کے باعث انھوں نے ''ایڈوانسڈ ڈپلومہ اِن ماس میڈیا'' کیا۔ اس کے بعد اردو، ہندی اور انگریزی صحافت سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی چھے کتابیں ''شیروں کی رانی'' (بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)، ''اچھا خط کیسے لکھیں؟''، ''اردو لرننگ کورس'' (ہندی سے اردو سکھانے کی گائڈ) اور ''زبانِ اردو'' (قاعدہ، حصہ اول و دوم) وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ غزلیں، افسانے اور سائنس، فلم، کھیل و مختلف ادبی موضوعات پر مضامین، نیز زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات سے انٹرویوز، تراجم اور بچوں کے لیے کہانیاں و مضامین وغیرہ ملک و بیرونِ ملک سے شائع ہونے والے تقریباً تمام اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمہ گیر شخصیت کے مالک رئیس صدیقی ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۰ء کے دوران بطور فری لانسر اسٹیج، ریڈیو اور ٹی۔ وی پر اپنے فن کا مظاہرہ بھی کرتے رہے۔ دہلی دوردرشن پر ''گھریلو نسخے، یوا منچ، آئینہ، بزم، ساتھ ساتھ، ''آسماں کیسے کیسے، آزادی کی کہانی، بھیڑ میں ایک چہرہ، رمتے روما'' جیسے سیریل اور ''سمکی، غریبی، خواہش'' وغیرہ ٹیلی فلموں، ''آپس داری'' اور ''سڑک کا بیٹا'' وغیرہ مختصر فلموں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ آکاش وانی کی علاقائی، قومی اور بیرونی نشریات نیز شعبہ نیوز کے لیے ہندی اور اردو میں نیوز ریڈر، اناؤنسر، کوئز ماسٹر، مبصر، انٹرویو، اِسکرپٹ رائٹر، ہدایت کار، مضامین، کہانیا اور ڈراما نویس کی حیثیت سے بھی بخوبی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

نئی دہلی میں منعقد نیشنل فیسٹول آف ڈرامہ میں ان کی ہدایت میں پیش کردہ ڈراما ''پشچاپات'' کو قومی انعام سے نوازا گیا۔

رئیس صدیقی کی ثقافتی و ادبی اور میڈیا کی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختلف ادارے انھیں کئی اعزازات سے سرفراز کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی، ہندی اور اردو اخبارات و رسائل میں اکثر ان پر لکھی گئی آرا اور ان سے لیے گئے انٹرویوز بھی شائع ہوتے

www.urduchannel.in

رہتے ہیں۔

۱۹۹۱ء میں یونین پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ آل انڈیا ریڈیو میں پروگرام ایگزیکٹیو کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ آکاش وانی بھوپال، آل انڈیا ریڈیو کی بیرونی نشریات، اردو ہندی سروس اور آکاشوانی کے اردو مجلس پروگرام کے سربراہ رہنے کے بعد آج کل دوردرشن کے ڈی ڈی اردو سے وابستہ ہیں۔

سمیر الحق (نمائندہ دہلی)

(ہفت روزہ جدید مرکز، نئی دہلی، لکھنؤ، ممبئی)

www.urduchannel.in

میرے دل کی بات

بچپن سے، بہت سے بچوں کی طرح، میرے مزاج میں بھی کچھ عجیب سی بے چینی اور بے قراری رہی ہے۔ درحقیقت، میں عام بچوں کی طرح ہوتے ہوئے بھی، کچھ ''خاص بچّہ'' بننا چاہتا تھا۔ دل میں کچھ ایسا کر گزرنے کی خواہش تھی جس سے میرا اور میرے ماں باپ کا نام روشن ہو۔ لیکن میرے بچپن میں، آپ کے بچپن کی طرح، اپنی صلاحیتوں کو جلد از جلد اور نمایاں طور پر ظاہر کرنے کے لیے کافی ذرائع اور سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ مگر پھر بھی، کچھ کر گزرنے کا جذبہ برقرار رہا۔ لہٰذا، مختلف شوق کے ساتھ ساتھ، بچوں کے رسالے اور کتابیں نہ صرف باقاعدگی سے پڑھتا تھا بلکہ کہانی وغیرہ کے ساتھ قلم کار کا نام لکھا ہونا، میرے لیے بہت ہی Glamorous یعنی باعثِ کشش ہوتا۔

لہٰذا میں نے بچوں کے لیے کہانیاں لکھنے کا ارادہ کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میری پہلی کہانی روزنامہ قومی آواز لکھنؤ کے سنڈے اِڈیشن میں شائع ہوئی۔ میرے لیے وہ دن کو ئیخزانہ پانے سے کم نہیں تھا۔ پس تب سے، بچوں کے لیے کہانیاں، مضامین اور ڈرامے وغیرہ ماہنامہ پیام تعلیم، کھلونا، امنگ، اردو دنیا، افکار ملّی دہلی، ماہنامہ ٹافی لکھنؤ، ماہنامہ چندا نگری مراد آباد، ماہنامہ غنچہ کلکتہ، ہفت روزہ غنچہ بجنور، روزنامہ قومی آواز لکھنؤ/ دہلی، روزنامہ قائد لکھنؤ/ الٰہ آباد، روزنامہ راشٹریہ سہارا دہلی، ہفت روزہ عالمی سہارا دہلی وغیرہ اور ریڈیو ٹی وی کے بچوں کے پروگراموں میں شائع ونشر ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔

بچوں کے لیے اب تک سات کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ ''شیروں کی رانی'' بہت مقبول ہوا۔ بچوں کے لیے کہانیوں کا دوسرا مجموعہ ''ننھا بہادر'' آپ کے ہاتھ میں ہے۔

انشاءاللہ، مزید بچوں کی پچیس کہانیوں کا مجموعہ ''باتونی لڑکی'' جلد ہی آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

آپ کا اپنا دوست رئیس صدیقی

Rais Siddiqui
302/11, Shahjahanabad Apartments
Sector-11, Dwarka, New Delhi-110075
Mob. 9810141528, 9811426415
Email: raissiddiqui01@gmail.com
http://twitter.com/raissiddiqui01
www.facebook.com/raissiddiqui
www.youtubr.com/rais siddiqui on dd urdu
Blog: http:/rassiddiqui01.blogspot.com

www.urduchannel.in

رئیس صِدّیقی اور بچوں کی کہانیاں

مخمور سعیدی

جناب رئیس صدیقی بڑوں کے لیے بھی لکھتے ہیں اور بچوں کے لیے بھی۔ عام طور پر ہمارے قلم کار بچوں کے لیے لکھنے سے گریز کرتے ہیں اور ایسا غالباً یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ بڑوں کے ادب کے مقابلے میں بچوں کے ادب کی اہمیت نسبتاً کم ہے۔ لیکن اس کی ایک اور وجہ بھی ہے جو زیادہ حقیقی ہے۔

دراصل بچوں کے لیے لکھنا خاصا مشکل کام ہے۔ اس کے لیے بچوں کی نفسیات اور ان کی دلچسپیوں کو سمجھنا اور ایسا طرز تحریر اختیار کرنا جو اُن کے لیے قابل قبول ہو، بہت ضروری ہے اور ان تقاضوں سے ایک پختہ کار ادیب ہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اقبال ہمارے زمانے کے سب سے بڑے شاعر ہیں، اگر بچوں کے لیے لکھنا کوئی کمتر درجہ کا کام ہوتا تو وہ ہرگز اس طرف متوجہ نہ ہوتے۔ انھوں نے بچوں کے لیے ایسی نظمیں لکھیں جو نہ صرف برسوں سے نصابی کتابوں کی زیب و زینت بڑھا رہی ہیں بلکہ بچے انھیں بے حد ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

جناب رئیس صدیقی کی کہانیاں بچوں کی نفسیات اور ان کی پسند، دونوں کو ملحوظ رکھ کر لکھی گئی ہیں اور رئیس صاحب نے طرز تحریر بھی ایسا سادہ، سلیس اور رواں دواں اختیار کیا ہے جو بچوں کے لیے ان کہانیوں کو اور بھی زیادہ قابل مطالعہ بنا دیتا ہے۔

ان کہانیوں کی ایک اور خوبی اخلاقیات کا وہ درس ہے جو ایک موج تہہ نشیں کی طرح قدم بہ قدم ساتھ چلتا ہے۔ یہ پہلو اگر موج تہہ نشیں کی طرح نہ ہو کر سطح پر آ جائے تو نہ صرف یہ کہ کہانیاں، کہانیاں نہ رہ کر پند و موعظت کا دفتر بن جاتیں بلکہ ان کی دلچسپی بھی یکسر ختم نہیں تو کم ضرور ہو جاتی اور یہ ان کا ایک بڑا نقص ہوتا۔

یہ رئیس صِدّیقی صاحب کی ایک بڑی کامیابی ہے کہ اپنے اِصلاحی نقطۂ نظر کے باوجود اس نقص سے دامن بچا لے گئے ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ رئیس صِدّیقی صاحب کی کہانیوں میں بھی اور ادبِ اطفال کے قدر شناسوں میں بھی خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوگی۔

www.urduchannel.in

میری نظر میں: رئیس صِدّیقی

مظفر حنفی

از بس کہ میری ادبی زندگی کا آغاز ہی بچوں کے لیے لکھنے سے ہوا ہے، بڑوں کے لیے تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی کام تو میں نے بعد میں انجام دیے اور اس کڑوی سچائی کا سامنا ہوا کہ عصر حاضر میں ہر چند کہ تخلیق کار عموماً تنقید کی ناانصافیوں، جانب داریوں اور بالا دستیوں کا شکار ہیں، لیکن نقادوں کی بے اعتنائی نے سب سے زیادہ ضرر بچوں کے ادیبوں اور شاعروں کو پہنچایا ہے۔ فی زمانہ اردو جس کساد بازاری سے نبرد آزما ہے۔

اس کے نتیجے میں کتابیں اور رسالے خریدنے کی روایت اردو والوں میں بے حد ضعیف ہو گئی ہے۔ درسی کتب ہی اردو پڑھنے والے بچوں کو بمشکل دستیاب ہوتی ہیں، بے چارے ادبی کتابیں کہاں سے خریدیں گے۔ لے دے کر ان کے کام کا معاوضہ، شہرت اور تنقیدی اعتراف کے ذریعے ہی ممکن ہے لیکن ان کا احوال سطور بالا میں عرض کر چکا ہوں۔ نقادوں کو میر، غالب اور اقبال سے فرصت ملے تو دوسری جہتوں پر نظر کریں۔

اس تناظر میں مجھے رئیس صدیقی کی کتاب ''جان پہچان'' واقعی اچھی لگی۔ رئیس صدیقی چونکہ خود بھی بچوں کے لیے لکھتے رہے ہیں، اس لیے ان کی گفتگو بڑی مسبوط، مربوط اور بچوں کے ادب کے مختلف الابعاد پر مرتکز نظر آتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اردو کے ادبی حلقوں میں رئیس صدیقی کے اس کام کی بھی قدر کی جائے گی۔

www.urduchannel.in

بچوں کا ادب اور رئیس صِدّیقی

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

رئیس صدیقی ایک اچھے انسان اور بہت اچھے منتظم ہیں۔ انھوں نے اپنی ان صفتوں میں ایک اور صفت کا پچھلے چند برسوں میں اضافہ کرلیا ہے جو ہر طرح لائقِ تحسین اور قابلِ قدر ہے۔ یہ اُن کا تصنیف و تالیف کا شوق ہے اور اس کی بھی ایک سمتِ سفر ہے جس کو انھوں نے چُنا ہے اور ایک نہایت اہم اور ضروری کام کی ذمے داری قبول کی ہے۔ اور یہ اُردو سے اُن کی محبت اور اُردو زبان کی ترویج و ترقی سے اُن کی دلچسپی کا نتیجہ ہے۔

بچوں کے لیے لکھنا بظاہر جتنا آسان ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ بچوں کی اپنی زبان ہوتی ہے اندازِ بیان ہوتا ہے۔ اُن کی سیکھی ہوئی اور اپنائی لفظیات ہوتی ہیں اور اس میں باتیں کرنا اور دوسری کی کہی بات کو سمجھنا اُن کے لیے ایک فطری عمل ہے۔ اور ایک ایسی قدرتی حد ہے جس کو وہ پار نہیں کرسکتے اس لیے کہ عمر کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ اس میں ماحول کے اچھے بُرے اثرات بھی شامل رہتے ہیں۔ بچے کے لیے اس کی مادری زبان یا اُس کے ماحول کی بات چیت کی بولی ٹھولی اظہار کا سلیقہ اور طریقہ اس کے لیے سیکھنے سمجھنے اور خود اپنی گفتگو اور جستجو کو اس کے ذریعے آگے بڑھانے کا موقع ایک قدرتی دین کے طور پر ہوتا ہے۔

شروع شروع میں بچہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ اپنی مادری زبان کے ہی ذریعہ سیکھتا ہے چاہے وہ جغرافیہ ہو، سماجی معلومات ہو، یا سائنسی معلومات، وسیلہ مادری زبان یا اُس کے ماحول میں ہونے والی یا پائی جانے والی گفتگو ہوتی ہے لیکن آج کل لوگ مادری زبان کو سیکھنے اور سمجھنے پر بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ تلفظ اور املا کے بارے میں ہماری معلومات ضرورت کی سطح سے بھی بہت نیچی ہوتی ہے۔

اب سے دوسو برس پہلے اس وقت کے انگریزی حکمرانوں نے اردو کی تعلیم و تدریس پر بھی توجہ دی اور ایسی کتابیں لکھی گئیں جن کی وجہ سے ہندستان کی اس عام زبان کو سیکھنے، اس کے محاورے کو سمجھنے اور اس کے الفاظ کی درستگی کے ساتھ ادا کرنے میں سہولت ہو مگر اس وقت بھی بچوں کو یہ زبان کیسے سکھائی جائے اس خاص مقصد سے کوئی کام نہیں ہوا۔ دھیرے دھیرے اس پر ہماری توجہ بھی مبذول ہوئی۔ اور ان کی نفسیات اور تعلیمی ذوق و شوق کو پیش نظر رکھ کر کچھ تخلیقی پارے تیار کیے گئے۔ مولانا محمد حسین آزاد، حالی اور سرسید بھی اس طرف توجہ فرمائے ہوئے لیکن سب سے زیادہ کام مولانا اسماعیل میرٹھی نے کیا۔ اس کے بعد اس

ضرورت کو محسوس کرنے والے کچھ اور ادیب بھی پیدا ہوئے۔ اب سے کچھ پہلے جامعہ کے شفیع الدین نیر صاحب نے اپنی پوری زندگی اس کام کے لیے وقف کردی۔

بچوں کے لیے ایسی چھوٹی چھوٹی سادہ اور سلیس زبان میں کتابیں لکھنا جس تک بچے آسانی سے پہنچ جائیں، اس سلسلے میں نہایت ضروری کام ہے جو نسبتاً زیادہ محنت اور خلوص خاطر کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ آسان نہیں ہے کم سے کم پڑھے لکھے طبقہ کے لیے کہ وہ مشکل الفاظ کا سہارا لیے بغیر اپنی بات کہہ جائیں اور اس طرح کہہ جائیں کہ وہ بچوں کے لیے ذہن نشین اور خاطر نشان ہوجائے۔ اردو میں اس کام کی انجام دہی، ایک گہری دلچسپی، خلوصِ نیت اور علمی خدمات سے سرتاپا تعلق کے بغیر اردو زبان کے لیے یہ کام کون کرے جس میں چند در چند الجھنیں اور مشکلات شریک ہیں۔

رئیس صدیقی کی یہ کوشش قابل تحسین ہے کہ انھوں نے پچھلی ربع صدی میں اس کام سے اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور بچوں کے لیے کتابیں لکھیں۔ چھوٹی چھوٹی مگر خوبصورت کتابیں، صاف ستھرا انداز اور سادہ شگفتہ الفاظ ان کو اردو زبان، ساخت، الف، ب، ت، ث، سکھانے کی کوشش اس انداز سے عمل میں آئی ہے جس پر اس سے پیشتر اس طرح غور و فکر نہیں کیا گیا۔

''قاعدہ بغدادی'' ان بچوں کے لیے تھا اور ہے جنھیں ''قرآن پاک'' پڑھنے کی غرض سے بٹھایا جاتا تھا اور اردو سیکھنے اور سکھانے کے لیے کچھ کتابچے بھی تھے، مگر حروف و الفاظ کو الگ اور ایک دوسرے کے ساتھ رکھ کیسے سیکھا اور سکھایا جائے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاسکی۔

زبان اردو حصہ اول میں سب سے پہلے اردو حروف تہجی لکھے گئے ہیں اور ان کی ترتیب وہ ہی رکھی گئی ہے جو ہماری زبان میں مروج ہے۔ اس کے بعد اُن حروف کی فہرست دی گئی ہے جو ہائے دوچشمی کے ساتھ مخلوط ہوکر آتے ہیں۔ بچوں کی سہولت کے پیش نظر انھوں نے ہم شکل حروف کو ایک دوسرے کے ساتھ لکھا ہے اس طرح ان کو تحریری طور پر اپنے قلم سے لکھنا نئے سیکھنے والوں کے لیے سہولت کا باعث بن سکتا ہے۔ عربی اور فارسی کے لیے چودہ حروف الگ سے دیے گئے ہیں۔ رئیس صدیقی صاحب نے اردو حروف کی لکھائی سکھانے کی غرض سے کچھ ہدایات بھی حروف کے ساتھ لکھی ہیں۔ اصل مسئلہ املا کا ہے اور اس پر رئیس صدیقی نے تفصیل سے نظر ڈالی ہے۔ جو محنت طلب کام ہے اور عملی دشواریوں اور دقتوں سے اس کا گہرا واسطہ ہے۔ انھوں نے اعراب کو لکیر کھینچ کر دکھایا تاکہ بات سمجھنے اور سمجھانے میں سہولت ہو۔ علامت جذم، مد، تشدید اور تنوین کو بھی سمجھایا گیا ہے اور یہ کام غالباً پہلی مرتبہ اردو زبان کی تدریسی ضرورتوں کے پیش نظر سامنے آیا ہے اس اعتبار سے یہ پہلا حصہ بے حد اہم ہے۔ املائی نقطۂ نظر سے کہاں کس حرف یا کس علامت کو استعمال کیا جائے اس کے متعلق جو اشارہ اور اشارات اور ہدایات رئیس صدیقی صاحب کے ہاں ملتی ہیں وہ قابلِ توجہ ہیں۔

حصہ دوم میں سکھانے کے عمل کو دو سطح پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک عام سطح ہے جس میں وقت اور زمانے انگریزی ہندستانی اور عربی مہینوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ پڑھائی لکھائی سے متعلق اداروں کے نام آئے ہیں۔ کھیل کود اور تفریح اور کھانے پینے کی چیزوں سے متعلق نام درج کیے گئے ہیں۔ پیشہ ور لوگوں کو الگ سے شامل کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ مذہبی تعلیمات پر ہے جو بہت

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

سادہ زبان میں دیا گیا ہے۔اسی میں تیسرے حصے کو بھی شامل سمجھیں جو اچھی اچھی باتوں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک طرح کی بچوں اور بڑوں کے لیے جنرل نالج کی کتاب بھی ہے۔

رئیس صدیقی صاحب نے حصہ دوم میں بچوں کا ذخیرۂ الفاظ بڑھانے کے لیے ایسے الفاظ کا سہارا لیا ہے جس سے آج کل کی زندگی میں ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ یہ ایک مناسب طریقہ کہا جاسکتا ہے۔ ہمارے گھروں میں جن باتوں کے متعلق کوئی تصویر یا ذہنی تصویر نہیں پائی جاتی بچوں کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ہے۔رئیس صدیقی صاحب نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ان کا یہ طریقہ قابلِ تعریف ہے۔

رئیس صدیقی صاحب نے اس سلسلے میں مذہبی معلومات اور تعلیم کے ساتھ وابستہ اخلاقی تقاضوں کو بھی سامنے رکھا ہے اور بچوں کے اپنے رویّے ،فکری پیمانے اور اندازِ نظر کے مطابق بھی کچھ باتوں کو شامل کیا ہے مثلاً یہ اشعار۔

جب کام کا وقت ہو کرو کام — بھولے سے بھی کھیل کا نہ لو نام
خوش رہنے کا ہے یہی طریقہ — ہر بات میں چاہیے سلیقہ
چھوڑو نہیں کام کو ادھورا — بے کار ہے جو ہوا نہ پورا

اردو لرننگ کورس رئیس صدیقی صاحب کی ایک اور کتاب ہے اسے بھی انھوں نے بہت سوچ بچار کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور مختلف مسائل پر جو اردو سیکھنے والوں کو پیش آتے ہیں۔خصوصیت کے ساتھ الگ الگ عنوان قائم کر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہندی کے ذریعہ اردو سکھانے کی ایک قابلِ تحسین کوشش کی گئی ہے۔

اردو کا مسئلہ ہندی والوں کے لیے کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے کہ دونوں کی قواعد ایک ہے۔حروف افعال اور افعال کے متعلق زمانہ کی تقسیم ایک ہے۔ دشواری صرف یہی پیش آتی ہے وہ یہ ہی کہ اردو میں جو آوازیں عربی فارسی سے ماخوذ ہیں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہیں جو براہ راست عربی یا فارسی کے ذریعہ اردو کو منتقل ہوئے ہیں۔ان کا الگ الگ تلفظ تو مشکل ہے لیکن حرف اور لفظ کی صورت میں پہچان ضروری ہے اس کے بغیر مزاج نہیں بنتا۔

رئیس صدیقی صاحب نے مختلف علامتوں والے حروف والفاظ کو الگ الگ لکھ کر ان کو ذہن نشین کرانے کے لیے سلسلہ در سلسلہ ان الفاظ اور حروف کو پیش کیا ہے جو ان کے تلفظ کو پوری طرح نہیں جانتے اور املائی سہولتوں کی حد تک رئیس صدیقی نے حرف وصوت کے اس پیچیدہ مسئلے کو سلجھانے کی ایک سنجیدہ علمی کوشش کی ہے۔اگر ہم غور سے رئیس صدیقی صاحب کے کام کو دیکھیں اور اس کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ انھوں نے بچوں کو اردو سکھانے کے طریقے اور سلیقے پر اپنے طور سے غور کیا ہے اور اس کا امکان ہے جو لوگ اس سطح پر زبان سیکھنے یا سکھانے کے مرحلے میں ہیں ان سے مشورہ بھی کیا ہو۔

ان کی ایک اور چھوٹی سی کتاب ہے۔اس میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ نئے لکھنے پڑھنے والوں کو خط لکھنے کے کچھ

آداب اور طریقے سکھائے جائیں۔اس خوبصورت کتاب نامہ کا نام انھوں نے اچھا خط کیسے لکھیں؟ رکھا ہے۔اس میں موجود زیادہ تر خط رشتہ داروں کے نام ہیں یہ ایک ضروری کام بھی ہے۔اس سلسلے میں رئیس صدیقی کا مشورہ بھی قابلِ توجہ اور لائق تعریف ہے۔

رئیس صدیقی صاحب بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھتے رہتے ہیں اور پھر یہ کہنے کا موقع ہے کہ ایسی کہانیوں کے لیے عام سلیقہ وطریقہ کام نہیں آتا۔کہانی کا نام اس کے کردار اور ان کا تعارف ایک الگ آرٹ کا درجہ رکھتا ہے۔رئیس صدیقی صاحب نے اپنی کہانیوں کے ذریعہ اسے سمجھنے اور سلجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

بچوں کے ادیب — رئیس صِدّیقی

بسمل عارفی

رئیس صدیقی نے اپنے فرضِ منصبی کی مصروفیات کے باوجود جس جذبے اور انکساری کے ساتھ اردو زبان و ادب کی آبیاری میں مصروف ہیں اور تصنیف و تالیف کا جو عمدہ ذوق اپنا رکھا ہے، وہ انھیں ممتاز رکھنے کے لیے کم نہیں ہے۔ ان کی ہمہ جہت صلاحیتوں کا اعتراف اردو دنیا پہلے ہی کر چکی ہے اور انھیں سرکاری اور غیر سرکاری ایوارڈ سے نوازا بھی جا چکا ہے۔ اس مختصر مضمون میں بچوں کے حوالے سے ان کی گرانقدر تحریر و تصنیف کا سرسری جائزہ پیش ہے۔

رئیس صدیقی ریڈیو اور دوردرشن سے باضابطہ طور پر منسلک ہونے سے قبل ہی بچوں کے پروگرام ترتیب دینے کی وجہ سے ریڈیو آرٹسٹ کے طور پر معروف ہو چکے تھے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بہت سے پروگرام ترتیب دیے جن میں انھوں نے اداکاری بھی کی۔

پروگرام کے توسط سے انھیں بچوں سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ یہیں انھیں بچوں کی دلچسپیاں معلوم ہوئیں، ان کی نفسیات تک رسائی ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ انھیں بچوں کے لیے لکھنے کی تحریک بھی یہیں سے ملی ہوگی جسے بعد میں انھوں نے مشن بنالیا۔

رئیس صدیقی کی ادبی زندگی کی شروعات بچوں کی کہانیوں سے ہوئی اور انھوں نے بہت سی کہانیاں لکھیں ان کہانیوں میں طبع زاد اور ترجمہ دونوں شامل ہیں، دوسری زبان عمدہ اور سبق آموز کہانیوں کے تراجم بھی انھوں نے اس فنی مہارت سے کیے جس پر طبع زاد کا گمان ہوا اور ظاہر ہے اس دشوار راہ سے وہی قلم کار بآسانی گزر سکتا ہے جسے دونوں زبانیں نہ صرف آتی ہوں بلکہ اس پر خاصی دسترس بھی حاصل ہو۔

رئیس صدیقی نے جتنی بھی کہانیاں لکھیں خواہ وہ طبع زاد ہوں یا تراجم، اس بات کا خیال ضرور رکھا کہ بچوں کی نفسیات پر اس کے بُرے اثرات نہ ہوں اور نہ ہی کہانی دلچسپیوں سے خالی ہو بلکہ کہانی ختم ہوتے ہوتے کوئی ایسا سبق آموز نکتہ ضرور قائم کر جائے جو بچوں کی کردار سازی میں معاون ہو اور آگے چل کر ان کے روشن مستقبل کی ضامن بنے۔

رئیس صدیقی کی کہانیاں تخلیق کے ابتدائی دنوں ہی سے اخبار و رسائل میں شائع ہونے لگیں اور انھوں نے بچوں کے

www.urduchannel.in

ادیب کے طور پر جانا پہچانا جانے لگا جس کا سہرا ان کی کہانیوں کی پہلی کتاب ''شیروں کی رانی'' (بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں پر مشتمل) کی اشاعت کے بعد ہوا۔

''شیروں کی رانی'' نے خاصی مقبولیت حاصل کی۔ اس مقبولیت کے بعد رئیس صدیقی کی کہانیوں کا انتظار کیا جانے لگا۔ مدیران و قارئین کے اس تقاضے سے انھیں وہ قوت حاصل ہوئی جو ہر فنکار کو اپنے فن کی داد ملنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ مسرور ہو کر مزید خود سپردگی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہے۔

بچوں کے لیے کہانیاں لکھتے لکھتے رئیس صدیقی ان کی نفسیات کے ساتھ ان کے مسائل میں بھی دلچسپی لینے لگے اور پھر اردو زبان نے انھیں سنجیدہ کر دیا۔ انھیں شدت سے احساس ہوا کہ اردو زبان کی جو ابتدائی درسی کتابیں موجود ہیں، ان میں اضافہ کرنے اور انھیں نئے سرے سے ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا انھوں نے ''زبان اردو'' حصہ اول، حصہ دوم ترتیب دے کر شائع کی۔

ان دونوں درسی کتابوں کی پذیرائی کے بعد ان کے حوصلے بلند ہوئے اور اس سے آگے کی منزل پر کام آنے والی کتاب ''اچھا خط کیسے لکھیں'' جس کا تعلق بھی بچوں ہی سے ہے۔ ترتیب دی اور بچوں کو خط لکھنے کی طرف راغب کرنے اور اسی بہانے مشق کرانے کی سبیل پیدا کی۔ زبان کے معاملے میں رئیس صدیقی صاحب ایسے اور اتنے سنجیدہ ہوئے کہ ایک اور کتاب ''اردو لرننگ کورس'' بھی ترتیب دے ڈالی جو ہندی سے اردو سیکھنے والوں کے لیے بیش قیمت تحفہ ثابت ہوئی۔

ان کی تازہ اور نئی کتاب ''جان پہچان'' دہلی اردو اکادمی کی مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ انٹرویو کے اس مجموعہ میں ان ۲۰ شاعر و ادیب کے انٹرویو شامل ہیں جو بچوں کے ادیب کے طور پر معروف ہیں۔ انٹرویو کے لیے سوالوں کو ترتیب دیتے وقت رئیس صدیقی نے بچوں کے ذہن میں ابھرنے والے سوالات کو اہمیت دی ہے جس نے انٹرویو کو دلچسپ اور معلوماتی بنا دیا ہے۔ بچوں کی کہانیوں سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کرنے والے جب اردو زبان و ادب کی بقا کے لیے سنجیدہ ہوئے تو ایسے ہوئے کہ کئی کتابیں تصنیف و تالیف کر ڈالیں۔

بچوں کے لیے خود کو وقف کر دینے والے رئیس صدیقی کا قلمی سفر جاری ہے اور ان کی دو کتابیں ''ننھا بہادر'' اور ''باتونی لڑکی'' جس میں پچیس پچیس کہانیاں شامل ہیں بس منظر عام پر آنے ہی والی ہیں۔ رئیس صدیقی کی اس خود سپردگی کے بعد یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وہ بچوں کے ادیب ہیں جن کا سفر جاری ہے اور ماضی کی روشن لکیروں کو دیکھتے ہوئے بچوں کو ان سے مزید دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کی توقعات رکھنی چاہیے۔

www.urduchannel.in

کہانیاں

www.urduchannel.in

ننھا بہادُر

ایک دن کا ذکر ہے کہ گاؤں کے سبھی بچّے روزانہ کی طرح ایک جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک وہاں کچھ ڈاکو آ گئے۔ ان کی وحشت ناک آنکھیں، خوفناک شکلیں اور چمکتی ہوئی تلواریں دیکھ، مارے ڈر کے بچّے کپکپانے لگے اور بدحواسی کے عالم میں بڑی تیزی سے سر پہ پاؤں رکھا اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے لیکن اُن میں ایک بچہ ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر ذرّہ برابر بھی خوف وڈر کے آثار نہ تھے۔ وہ اطمینان سے بکریاں چراتا رہا، یہاں تک کہ ڈاکو آ گئے۔ جب اُن لٹیروں نے بکریاں یکجا کر کے لے جانا چاہا تو وہ آگے بڑھ کر ڈاکوؤں سے نظریں ملاتے ہوئے بڑی سنجیدگی اور متانت سے بولا۔

''تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ ان کو مجھے گاؤں والوں نے چَرانے کے لیے سپرد کیا تھا۔ اگر تم لوگ ان کو لے جانا چاہتے ہو تو پہلے ان کے مالکوں سے اجازت لے لو، پھر لے جانا۔''

ڈاکو بچّے کی اس بات پر بے اختیار ہنس پڑے اور یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ ''یہ کس قدر بھولا بچّہ ہے، بھلا کوئی شخص چوری اور ڈکیتی کرنے کی اجازت دے گا؟ شاید یہ نہیں جانتا کہ ہم لوگ کون ہیں اور ہمارا کام کیا ہے!''

جب بچے نے دیکھا کہ یہ تو میری بات سُنی اَن سُنی کر کے بکریاں لیے جا رہے ہیں تو وہ تیر کی طرح ان کی طرف جھپٹا اور ان کے سامنے راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں میں سے ایک بے حد غضب ناک ہو کر بولا:

''تو ہٹتا ہے یا میں خود تجھ کو ہٹا دوں۔''

''نہیں، میں کبھی نہیں ہٹوں گا، خواہ تم لوگ مجھے قتل ہی کر دو لیکن میں اپنے جیتے جی ان بکریوں کو نہیں لے جانے دوں گا۔''

اس معصوم بہادر نے فیصلہ کن انداز میں اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

اس کی جرأت اور شجاعت سے سبھی ڈاکو بے حد متاثر ہوئے اور وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ اتنا سا بچّہ اِس قدر دلیر اور بہادر!

ڈاکوؤں کا سردار اس بچے کی طرف بڑھا اور اسے گود میں اٹھا کر شفقت سے پوچھا:

www.urduchannel.in

''بیٹے تم کس کے فرزند ہو؟''

''میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔''

اس بچے نے اپنے دادا کا نام بتایا۔

سارے عرب میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو حضرت عبدالمطلب کے نام سے ناواقف ہو۔ سردار آپ کا نام سنتے ہی بے اختیار کہہ اُٹھا:

''بیشک! سردار قریش کے پوتے کو ایسا ہی دلیر اور بہادر ہونا چاہیے۔ میرے عزیز! میں تمھاری ہمت اور جرأت کی دل سے قدر کرتا ہوں، تمھاری پیشانی کا نور کہہ رہا ہے کہ جب تم بڑے ہوگے تو نہ صرف بنو ہاشم بلکہ سارا عرب تمھاری ذات پر فخر کرے گا۔ میرے عزیز! میں یہ تمام بکریاں صرف تمھاری وجہ سے چھوڑ دے رہا ہوں لیکن تم نے اپنا نام نہیں بتایا، کیا نام ہے تمھارا؟''

''**محمدؐ**''اس بچے نے بڑی آہستگی اور نرمی سے جواب دیا۔

سردار نے آپؐ کی پیشانی چومی اور چلا گیا۔

□□□

www.urduchannel.in

دِلیر اِنسان

حضرت علیؓ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ ایک بار کی بات ہے کہ جنگ کے میدان میں حضرت علیؓ نے دشمن کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ قریب تھا کہ ان کی تلوار دشمن پر چل جاتی کہ اُس نے اُن کے مبارک چہرے پر تھوک دیا۔

حضرت علیؓ نے اسی وقت تلوار پھینک دی اور دشمن کو چھوڑ دیا۔

مخالف بہت حیران ہوا کہ قابو پائے ہوئے دشمن کو چھوڑ دینے کا یہ کیا موقع ہے؟

جب اس نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

میں اپنے لیے کچھ نہیں کرتا۔ جو کرتا ہوں اپنے خدا کے لیے کرتا ہوں۔ تجھ سے میری کوئی ذاتی لڑائی نہ تھی۔ میں خدا کے لیے لڑ رہا تھا۔ جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو فطری طور پر مجھے غصہ آ گیا۔

اب اگر میں تُجھے قتل کر دیتا تو میرے ذاتی بدلے کا جذبہ بھی اس میں شامل ہو جاتا اور میں خدا کے کاموں میں اپنا غصہ یا بدلہ شامل نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

□□□

www.urduchannel.in

بلّی رانی

چونکہ آج سعید کی بلّی کا بچّہ پورے تیس ۳۰ دن کا ہو چکا تھا اِس لیے دونوں بھائی بہن، سعید اور نفیسہ بہت خوش تھے۔

دونوں نے والد صاحب، امّی اور بھابھی اور بھائی صاحب سے چندہ اکٹھا کیا اور وہ اس بچّے کے لیے ایک پھولوں کا ہار اور دوستوں میں تقسیم کرنے کے لیے مٹھائی لائے۔

بلّی کے بچّے کو ہار پہنایا اور دونوں نے اس بچّے کا نام رانی رکھنے کے بعد اپنے دوستوں کو مٹھائیاں بانٹیں۔

جب سارے مہمان چلے گئے تو سعید کو نفیسہ نے رائے دی کہ رانی کو آج پھول باغ کی سیر کرادی جائے۔

سعید نے رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ دونوں پھول باغ پہنچے۔

دونوں نے بلّی رانی کو ہرے بھرے درخت دکھائے اور نیلے پیلے اور سرخ پھولوں کی خوشبو سونگھائی۔ اس کے بعد دونوں کھیلنے لگے۔ وہ کھیلتے کھیلتے دور نکل گئے۔

اچانک نفیسہ کو بلّی رانی کی یاد آئی تو اس نے اپنے پیچھے دیکھا۔

''ایں! بلّی رانی کہاں ہے، بھیا؟''

نفیسہ نے زور سے پوچھا۔ سعید بلّی رانی کو اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

اچانک اس کی نظر سامنے پڑی۔ وہ وہیں اُچک رہی تھی۔ سامنے سے بلّی رانی کی طرف ایک کتّا دوڑتا ہوا چلا آ رہا تھا۔

سعید بھی تیزی سے بلّی رانی کی طرف بھاگا۔

کُتّا بلّی رانی کے کافی نزدیک آ چکا تھا ''اے اللہ!'' سعید کی پریشانی بڑھ گئی۔

اچانک وہ بلّی رانی کے پاس ٹھوکر لگنے سے گر پڑا۔ سعید نے ہاتھ بڑھایا اور بلّی کو پکڑ کر اپنے جسم کے نیچے چھپالیا۔

کُتّے نے سعید کی پیٹھ پر منہ مارا اِتنے میں کسی نے کُتّے کے منہ پر چھڑی جمائی۔ وہ اس کُتّے کا مالک تھا۔

چونکہ نفیسہ کُتّے سے بہت ڈرتی ہے اس لیے جب کُتّا چلا گیا تب وہ بلّی رانی کے پاس آئی۔

جب سعید نے مجھے یہ واقعہ سنایا تو میں اس سے بہت متاثر ہوا اور میں سوچنے لگا: اتنا چھوٹا سا یہ لڑکا اور کس قدر سمجھ دار، بہادر اور رحم دل ہے۔ اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر کتنی سمجھ داری سے بلّی رانی کی جان بچائی!!!

www.urduchannel.in

□□□

وفادار راجا

میں بسکٹ خریدنے امین آباد جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک کُتّے کا پلّا ''پیں، پیں'' کرتا ہوا نظر آیا۔ وہ اَپنی پچھلی ٹانگوں کو گھسیٹتا ہوا اگلے پیروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مجھے نہ جانے کیوں اس پر رحم آیا۔ میں فوراً یہ دیکھنے کے لیے پلّے کے پاس پہنچا کہ وہ کیوں پیں پیں کر رہا ہے۔

اس کی پچھلی ٹانگیں سائیکل سے بُری طرح زخمی ہو چکی تھیں۔

میں آنکھ ہوتے ہوئے بھی اندھے سائیکل سواروں کو دل ہی دل میں کوسنے لگا۔ پھر اس کو اپنے گھر لے آیا۔ اس کی زخمی ٹانگوں کی مرہم پٹّی کی۔ جب وہ تندرست ہو گیا تو میں نے اس کا نام ''راجا'' رکھا۔

راجا ہم لوگوں سے خوب گھُل مل گیا تھا اور گھر کا ہر طرح سے خیال رکھنے لگا تھا۔ گھر کو چوروں سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ گھر کے دروازے پر رات بھر پہرا دیتا رہتا تھا۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ اس دن سردی بڑے غضب کی تھی۔ گھر کے سب لوگ لحاف اوڑھ کر سو گئے تھے۔ قریب ایک بجے سامنے والی گلی سے کئی چور ہمارے گھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پہلے تو راجا کچھ نہ بولا۔ لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ یہ لوگ اجنبی ہیں اور ہمارے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو اس نے زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا۔ جب چور ہمارے دروازے کے بالکل ہی نزدیک آ گئے تو وہ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ چور اس اچانک حملے سے سٹپٹا گئے اور سامنے والی لمبی اور اندھیری گلی میں گھس گئے۔

راجا کی جانی پہچانی ''بھوں بھوں'' جو کہ اب ''پیں پیں'' میں بدل چکی تھی، سُن کر گھر کے سب ہی لوگ جاگ گئے۔

میں نے ٹارچ روشن کی اور باہر آ کر دیکھنے لگا۔ راجا خون میں لت پت پڑا ہوا تھا۔

چوروں میں سے کسی نے راجا سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے اس کو چاقو مار کر زخمی کر دیا تھا۔

راجا حسرت بھری نگاہوں سے مجھے تکنے لگا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کہہ رہا ہو۔

غم نہ کیجیے یہ تو میرا فرض تھا جو میں نے نبھایا۔ میں نے آپ کے لیے کیا ہی کیا ہے؟ آپ نے تو مجھے نئی زندگی دی تھی!

تھوڑی دیر تک وہ مجھے عجیب انداز سے دیکھتا رہا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور میں ماضی میں کھو گیا۔

مجھے راجہ کی موت نے ایک بے وفا دوست انسان راجا کی یاد دلا دی، جس نے انسان ہوتے ہوئے بھی میرے آڑے وقت میں مجھے دھوکہ دیا تھا اور میں پریشانی میں گھِر گیا تھا۔

اُف خدا.....اس جانور نے ہمیں اور ہمارے گھر کو بچانے کے لیے اپنی جان دے دی۔

www.urduchannel.in

یہ بے زبان راجا کتنا وفادار تھا!!!

□□□

ایک چھوٹا سا گھر

بہت دنوں کی بات ہے کہ ایک کھیت میں ایک لکڑی کا گھر بنا ہوا تھا۔ ایک چوہیا نے ایک دن اُس گھر کو دیکھا۔ اسے وہ چھوٹا سا گھر بہت اچھا لگا۔

چچ چچ چچ!! چوہیا خوشی سے چلائی۔

کوئی ہے اس گھر میں؟ چوہیا نے پوچھا؟

لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ چوہیا جھٹ سے اُس گھر میں گھس گئی اور وہاں رہنے لگی۔

کچھ دیر بعد وہاں ایک مینڈک آیا۔ اتنا اچھا گھر دیکھ کر وہ چلّایا:

کوئی ہے اس گھر میں؟

میں ہوں کُتر کُتر..... چوہیا..... تمھارا نام کیا ہے؟

میں چھپ چھپ مینڈک ہوں۔ کیا میں اس گھر میں رہ سکتا ہوں؟

چوہیا نے جھٹ مینڈک کو بھی اندر بلا لیا اور وہ دونوں اُس گھر میں رہنے لگے۔

پھر ایک دن خرگوش وہاں اُچھلتا کودتا ہوا آیا۔ اُسے بھی وہ گھر بہت اچھا لگا۔ اس نے کُتر کُتر اور چھپ چھپ سے کہا۔

میرا نام فٹافٹ ہے۔ میں تم دونوں کے ساتھ اس گھر میں رہنا چاہتا ہوں۔

پھر کیا تھا فٹافٹ بھی کود کر اس چھوٹے سے گھر میں گھس گیا۔

اب اس مکان میں تین لوگ رہنے لگے۔ کُتر کُتر، چھپ چھپ اور فٹافٹ۔

پھر ایک دن ایک لومڑی وہاں آ پہنچی۔ اس نے دروازہ کھٹ کھٹایا۔

کوئی ہے اس گھر میں؟ لومڑی نے پوچھا۔

ہم ہیں..... کُتر کُتر۔

چھپ چھپ اور فٹافٹ

تینوں نے جواب دیا..... اور تم کون ہو؟ انھوں نے پوچھا۔

میرا نام چُٹ پُٹ ہے۔ لومڑی نے کہا اور اب چُٹ پُٹ بھی اس گھر میں گھس گئی۔

اس کے بعد وہاں آیا ایک بھیڑیا۔

واہ! کتنا اچھا گھر ہے۔ کوئی ہے اس گھر میں؟ بھیڑیے نے پوچھا۔ اندر سے آواز آئی..... ''ہم ہیں..... کُتر کُتر، چھپ چھپ، فٹافٹ اور چُٹ پُٹ اور تم کون ہو؟

میرا نام ہے: ''دھول دھپ۔'' بھیڑیے نے کہا اور دھول دھپ بھی اس گھر میں گھس کر رہنے لگا۔

یہ پانچ لوگ اس چھوٹے سے گھر میں خوشی خوشی رہنے لگے۔

ایک دن ایک بھالو اُدھر سے گزرا۔ اس نے سنا کہ اس گھر سے گانا گانے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

''کوئی ہے گھر میں؟'' بھالو نے غرّا کر پوچھا۔

ہم ہیں..... کُتر کُتر، چھپ چھپ، فٹافٹ، چُٹ پُٹ اور دھول دھپ اور تمھارا نام کیا ہے؟ پانچوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

میرا نام غرغر ہے۔ بھالو نے غرّا کر جواب دیا..... میں بھی اس گھر میں رہنا چاہتا ہوں.....

بھالو نے بہت کوشش کی کہ وہ اس گھر میں گھس جائے لیکن گھر بہت چھوٹا تھا اور بھالو بہت بڑا۔ پھر بھالو چھت کے اوپر چڑھ گیا۔ بھالو بہت بھاری تھا اور گھر ہلکی پھلکی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دھڑام دھڑام کی آوازیں آئیں اور گھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

اس کے اندر رہنے والے سبھی جانوروں نے گھر سے باہر کود کر اپنی اپنی جان بچائی۔

پھر کُتر کُتر، چھپ چھپ، فٹافٹ، چُٹ پُٹ، دھول دھپ اور غرغر نے مل کر جنگل سے لکڑی اکٹھی کی اور نیا گھر بنایا۔

یہ گھر پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت اور مضبوط تھا۔ اس گھر میں سب لوگ مل جل کر خوشی خوشی رہنے لگے کیونکہ بھالو نے یہ سبق سیکھا کہ

کسی کے دل میں نرمی اور محبت ہی سے جگہ مل سکتی ہے!

□□□

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

شرارت

یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب میں قریب گیارہ سال کا تھا اور اپنی نانی اماں کے ساتھ گرمیوں کی چھٹیاں منانے لال پور گیا ہوا تھا۔

ایک دن میں اپنے شرارتی دوستوں کے ساتھ، جنھوں نے مجھے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا، اپنے کھیت گیا۔

کھیت کے پاس ایک کنواں تھا۔ ہم لوگ گرمی سے بچنے کے لیے وہیں بیٹھا کرتے تھے۔

روزانہ کی طرح اس دن بھی ہم لوگ کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاق سے ایک انجان آدمی کا اُدھر سے گزر ہوا۔ ہم لوگوں کو ایک شرارت سوجھی۔ میں چلّا چلّا کر رونے لگا۔

وہ آدمی مجھے روتا دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ پھر میرے رونے کی وجہ پوچھی۔

میں نے منہ بسور کر روتے ہوئے کہا۔ ''ایں ایں۔ میری قیمتی ٹوپی اس کنویں میں گر گئی ہے۔ ایں ایں ایں۔ اگر ٹوپی مجھے نہیں ملی تو میری نانی اماں مجھے جان سے مار ڈالیں گی۔ ایں ایں ایں.....''

پہلے اس نیک آدمی نے بڑے غور سے میرا معصوم چہرا دیکھا۔ کچھ سوچا۔ پھر اپنے کپڑے اتارے اور کنویں میں سیڑھی سے نیچے اُتر کر میری ٹوپی تلاش کرنے لگا۔ ادھر ہم لوگوں نے اس کے کپڑے اٹھائے اور بھاگ کر ایک قریب کی جگہ چھپا دیے۔

جب تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آدمی کنویں سے اپنا آدھا دھڑ نکالے بڑی حیرت سے ہم لوگوں کو تک رہا ہے۔ پھر وہ کنویں سے باہر آیا اور بولا—

''بیٹا، ہمارے کپڑے کہاں ہیں؟— اور ہاں، تمھاری ٹوپی مجھے نہیں ملی۔ اچھا ایسا کرو تم مجھ سے اس کی قیمت لے لو اور بازار سے خرید لو تاکہ تم مار کھانے سے بچ جاؤ۔''

یہ سننا تھا کہ میرا ضمیر مجھ پر ملامت کرنے لگا۔ میں جلدی سے دوڑ کر اس کے کپڑے لایا اور اس کو دیتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں بولا۔

www.urduchannel.in

میں آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ کی اس ہمدردی، محبت اور انسانیت نے مجھے گمراہی سے بچا لیا!

□□□

قلم چور

صبح ہو چکی تھی— میرے علاوہ میرے سبھی بھائی، بہن، اسکول جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ رضوان خاص طور سے تیاری میں لگا تھا۔ اچانک اس کو اپنے قلم کا خیال اس وقت آیا جب وہ دروازے کے پاس پہنچا— اس نے اپنے بستے میں قلم تلاش کیا لیکن قلم نہیں ملا— وہ گھبرا گیا۔ اب کیا ہوگا؟ اگر میں اسکول بغیر قلم کے جاتا ہوں تو وہاں لکھوں گا کس سے؟ ممکن ہے ماسٹر صاحب مرغا بھی بنا دیں؟ لیکن اگر نہیں جاتا ہوں تو امّی سے کیا بہانا بناؤں؟ اگر سچ بات بتا دوں گا تو وہ میری حجامت بنانا شروع کر دیں گی!

جب کوئی بھی ترکیب اُس کے سمجھ میں نہیں آئی تو وہ مجبوراً امّی کے پاس آیا اور ڈرتے ڈرتے سارا واقعہ بیان کیا۔

''کیا؟'' ابھی تو قلم منگا کر دیا تھا۔ کہاں کھو دیا؟ کیسے غائب ہو گیا؟ جب دیکھو، قلم غائب ابھی کچھ دن پہلے اتنا اچھا قلم نہ جانے کہاں گنوا آیا۔ اب آج پھر قلم غائب؟''

امّی رضوان پر برس پڑیں اور اسکول جانے کا حکم دیا۔

اس نے لاکھ صفائی پیش کی اور مجبوری ظاہر کرتے ہوئے گزارش کی کہ امّی اسکول اُس کو نہ بھیجیں لیکن امی نہ مانیں۔ آخر کار اس کو اسکول جانا ہی پڑا۔

اب دوسرے دن فردوس کا قلم غائب ہو گیا! تیسرے دن تو حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے قلم کے ساتھ نرگس آپا کا بھی قلم غائب ہو گیا!

نرگس آپا ہم سب پر برس پڑیں اور دھمکی دی کہ اگر شام تک ان کے کمرے میں قلم نہ پہنچا تو وہ سب کی بڑی بُری طرح خبر لیں گی۔

نرگس آپا کی دھونس نے ہم سب بھائی بہنوں میں کھلبلی مچا دی۔

www.urduchannel.in

''اگر قلم نہ ملا تو نرگس آپا ناک میں دم کرنا تو جھوٹی سی بات ہے، جینا دشوار کر دیں گی، یہ سوچتے ہوئے فردوس، شاہینہ، رضوان اور نگہت و ناہید — سب ہی نے چور پکڑنے کی ترکیبیں سوچنا شروع کر دیں۔ فردوس نے کہا:

''گھر میں ہر وقت ابا جان کے دوست آیا کرتے ہیں، آخر کس پر شک کیا جائے؟ تم شاہینہ بتاؤ؟ تمھارا کیا خیال ہے، رضوان؟

اسی طرح کی تمام باتیں سوچتے سوچتے پورا دن گزر گیا لیکن چور کا پتہ نہ چل سکا۔ لیکن کوشش جاری رہی۔

تیسرے دن صبح اُٹھتے ہی میں نے، فردوس، شاہینہ اور رضوان وغیرہ سے پوچھا کہ کس کس کے قلم غائب ہوئے ہیں؟

سب ہی نے بڑے تعجب سے بتایا کہ آج کسی کا بھی قلم غائب نہیں ہوا۔

اس طرح بات آئی گئی ہو گئی۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ رضوان نے کہا۔

رئیس بھائی آیئے فیلڈ میں فٹ بال کھیلیں۔

فٹ بال کھیلنے کا کچھ میرا بھی موڈ تھا۔ اس لیے میں باغ کے میدان میں گیند کھیلنے کے لیے چل دیا اور فٹ بال کھیلنے لگا۔

''یہ مارا.....'' ایک بار گیند پر میری لات ایسی پڑی کہ وہ اُچکتی ہوئی باغ کی جھاڑیوں کی طرف چلی گئی —

میں گیند تلاش کرنے کے لیے جھاڑی کی طرف بڑھا اور جیسے ہی کانٹے وغیرہ ہٹاتے ہوئے گھسا کہ سامنے زمین پر کھیلتے ہوئے ناہید نظر آئی۔

میں گیند تلاش کرنا تو بھول گیا اور ناہید کے پاس پہنچا۔

''ایں؟؟ — یہ قلم؟ — چوٹ ٹن — چوٹن پکڑی گئی — چوٹن پکڑی گئی!!!''

میں مارے خوشی اور حیرت سے چلّایا۔

''نا — ہید؟ — تم نے یہ سب قلم کیوں چرائے؟ بولو، جلدی بولو!

میں مارے غصّے کے لال پیلا ہونے لگا۔

ناہید نے رونا شروع کر دیا اور روتے ہوئے جواب دیا۔

''ایں.....ایں.....ایں.....ایک دن نرگس آپا امّی جان سے کہہ رہی تھیں کہ اب باغ میں — ''قلم'' — لگا دینا چاہئیں۔

اس لیے میں نے سوچا کہ جو ہم نے جھاڑی میں کیاری بنائی ہے اس میں کیوں نہ ہم بھی تین چار قلم لگا دیں!!!''

□□□

www.urduchannel.in

چھپا دُشمن

مجھے بھی اپنی نانی سے بہت لگاؤ ہے۔ جب میری عمر تقریباً دس سال کی تھی تو میں ان کے ساتھ لال پور گیا۔ میں چونکہ بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوقین تھا اس لیے میری نانی نے میرا نام گاؤں کے ایک اسکول میں لکھوا دیا۔

کچھ ہی دنوں کے بعد میں اپنی کلاس کا مانیٹر بنا دیا گیا۔ میرے استاد، میری محنت، لگن اور سعادت مندی سے بہت خوش ہوئے اور میں رفتہ رفتہ کلاس کے سب ہی لڑکوں کا دوست بن گیا۔

ان لڑکوں میں میرا سب سے گہرا دوست ظفر تھا۔

ایک دن میں وقت سے آدھ گھنٹہ پہلے اسکول جا رہا تھا کہ راستہ میں ظفر سے ملاقات ہو گئی۔

تم کہاں جا رہے ہو؟ ظفر نے مجھ سے پوچھا۔

''اسکول جا رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

ظفر کہنے لگا ابھی تو اسکول کھلنے میں آدھا گھنٹہ ہے۔

میں نے جواب دیا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ

بہت دنوں سے کلاس کی صفائی نہیں ہوئی ہے لہٰذا کیوں نہ آج یہ کام کر ڈالا جائے۔

ظفر نے اصرار کیا کہ آج ٹالو، پھر کسی دن دیکھا جائے گا۔

پھر اس وقت کیا کیا جائے؟ میں نے سوال کیا۔ ظفر نے تجویز رکھی کہ گلی ڈنڈا کھیلا جائے۔

پہلے تو میں ہچکچایا لیکن پھر اس کے اصرار پر مجبور ہو گیا۔

کھیل میں ہم لوگ اتنے مشغول ہوئے کہ مکتب جانا بھی یاد نہ رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد اچانک مجھے اسکول یاد آیا۔ ظفر نے کہا کہ چونکہ دیر ہو چکی ہے لہٰذا اسکول جانا مناسب نہیں ہے ورنہ ماسٹر صاحب ناراض ہوں گے۔

مرتا کیا نہ کرتا۔

www.urduchannel.in

میں نے بھی بات مان لی اور سارا دن کھیل میں گزار دیا۔

دوسرے دن جب میں اسکول پہنچا تو سب کے سامنے ماسٹر صاحب مجھ پر برس پڑے۔ اس پر تمام لڑکے مجھ پر ہنسنے لگے۔ اتنے میں پیچھے سے آواز آئی۔

بڑے مانیٹر بنتے پھرتے ہیں۔ خود اسکول آتے نہیں اور اگر کوئی دوسرا نہ آئے تو سوال کرتے ہیں۔

میں نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ آواز تھی ظفر کی جس کی بات میں نے بغیر سوچے سمجھے مان لی تھی۔

میں شرمندہ تھا کہ میں نے ظفر کو اپنا دوست کیوں سمجھا؟

میں نے اُس کی بات کیوں مانی؟؟

میں نے اپنا اچھا بُرا خود کیوں نہیں سوچا؟؟؟

❐❐❐

www.urduchannel.in

بُزدل ساتھی

میرے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر میرا ہم مکتب ساتھی عاصم رہتا تھا۔ میں زیادہ تر اُسی کے ساتھ کھیلتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا—

''بھئی آج کہیں نئی جگہ چلا جائے گلّی ڈنڈا کھیلنے۔''

''ہاں، ہاں، آؤ۔ اپنے خالو جان کے باغ میں چلیں۔ بہت دنوں سے میں ان کے باغ بھی نہیں گیا ہوں۔''

نئی جگہ تجویز ہوتے ہی ہم دونوں وہاں پہنچ گئے۔ پہلے تھوڑی دیر تک باغ کی سیر کی۔ پھر گلّی ڈنڈا کھیلنا شروع کیا۔ ایک بار میں نے گلّی پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ اچھلتی ہوئی بغل والے باغ میں پہنچ گئی جو کہ کافی گھنا اور جنگلی پیڑ پودوں سے چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ ہم دونوں گلّی تلاش کرنے اُس باغ میں پہنچے۔

ابھی ہم دونوں گلّی تلاش ہی کر رہے تھے کہ اچانک میری نگاہ ایک بھالو پر پڑی جو زمین میں کوئی چیز سونگھ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے چلّا کر بھاگا۔

''وہ دیکھو بھالو!'' ہم دونوں کی آوازیں سن کر بھالو اپنے اِرد گرد نگاہ دوڑانے لگا۔ اِتنے میں عاصم ایک درخت پر چڑھ گیا اور اس وقت میرے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ اِس لیے میں اِدھر اُدھر چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس وقت خوش قسمتی سے مجھے نانی اماں کی ایک بات یاد آ گئی۔

''بھالو مُردہ جسم کو کبھی نہیں چھوتا ہے۔''

بس یہ یاد آنا تھا کہ میں فوراً ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسی جگہ پر منہ کے بل سانس روک کر لیٹ گیا۔

اِتنی دیر میں بھالو بھی مجھ تک آ پہنچا۔ اس نے پہلے تو بدصورت ناک میرے کان پر خوب رگڑی۔ پھر پورے جسم کو سونگھ کر یہ سوچتے ہوئے چلا گیا کہ میں مُردہ ہوں۔

جب مجھے اچھی طرح یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ جا چکا ہے تو میں نے وہیں پر سجدہ ریز ہو کر خدا کا شکر ادا کیا اور کھڑے ہو کر کپڑوں کی گرد

www.urduchannel.in

جھاڑنے لگا۔

اتنے میں عاصم بھی آ گیا اور ہانپتے ہوئے بولا۔

''ارے باپ رے باپ! خدا کا شکر ہے کہ ہم دونوں صحیح سلامت ہیں۔ لیکن رئیس، یہ بھالو تمھارے کان میں بڑی دیر تک کیا کرتا رہا؟''

ایک تو پہلے ہی میں اس کی اس بزدلی اور خودغرضی کی وجہ سے مارے غصّے کے پاگل ہو رہا تھا کہ اس کے اس احمقانہ سوال پر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی لیکن کچھ بُرا بھلا کہنے کے بجائے پہلے تو میں نے اسے نہایت حقارت آمیز نظروں سے دیکھا اور پھر یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

وہ کچھ کر نہیں رہا تھا بلکہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔

''ایسے بزدل اور خودغرض ساتھی کے ساتھ رہنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے!''

❐❐❐

www.urduchannel.in

عقل مند کوئل

ایک کوئل تھی، وہ بڑے لگن سے گیت گایا کرتی تھی لیکن اسے اس بات کا بڑا دکھ تھا کہ بُلبُل اس سے کہیں زیادہ میٹھی آواز میں گیت گاتی ہے۔

ایک دن وہ ایک درخت پر بیٹھی اس خیال میں گُم گیت گا رہی تھی کہ اتفاق سے اس طرف سے ایک بلّی کا گزر ہوا۔ بلّی نے سوچا کہ یہ صاحبہ گلوکارہ معلوم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کوئی داؤں لگ جائے اور اپنا بھلا ہو جائے۔ چنانچہ وہ بولی۔

واہ بھئی واہ! کیا آواز ہے کیا رس بھرا گلا ہے۔ بس کمال ہے۔ جواب نہیں تمھاری آواز کا۔

جب کوئل کے کان ایک اجنبی آواز سے روشناس ہوئے تو اس نے نیچے دیکھا۔ بلّی صاحبہ تشریف فرما تھیں۔ وہ اپنی تعریف سن کر مارے خوشی کے پھول گئی اور بولی: ''کیا واقعی میری آواز اچھی ہے؟''

بلّی نے جواب دیا۔ ''ارے تو کیا میں تم سے مذاق کر رہی ہوں۔ سچ کہتی ہوں۔ خدا کی قسم پورے جنگل میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تمھارا مقابلہ کر سکے۔''

کوئل مایوس انداز میں بولی۔ ''نہیں بی صاحبہ! یہ بات تو خیر غلط ہے۔ جنگل میں ایک سے ایک فنکار موجود ہیں۔ دور کیوں جاؤ بلبل ہی کو دیکھ لو۔ کتنا اچھا گاتی ہے۔''

''خاک!'' بلّی نے منہ بنا کر کہا۔ اس کے گانے میں کوئی لعل تھوڑے ہی ٹکے ہیں۔ اس کے اور تمھارے گانے میں صرف اتنا فرق ہے کہ بلبل گاتے گاتے آنکھ بند کر لیتی ہے اور آس پاس سے بے خبر ہو کر گانے لگتی ہے۔ بس اتنی سی بات ہے جو اس کے گیت میں اس قدر مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر کوئل باغ باغ ہو گئی اور اپنے چہرے پر تبسم بکھیرتے ہوئے بولی ''بس اتنی سی بات؟.....لیکن یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ہے؟ یہ تو میں بھی کر سکتی ہوں۔''

بلّی نے جواب دیا: ''ہاں، ہاں تم بھی کر سکتی ہو۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

www.urduchannel.in

میں ضرور ایسا کروں گی۔کوئل بولی۔

ہاں، ہاں! تو پھر بسم اللہ کرو۔ بلّی نے رائے دی۔کوئل نے گانا شروع کیا.....آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرلیں.....پھر بلند آواز میں گیت گانے لگی۔

جب بلّی صاحبہ کو بالکل یقین ہوگیا کہ اب وہ شکار بہ آسانی کرسکتی ہے،تو وہ آہستہ آہستہ درخت پر چڑھی۔.....پھر اس ڈال پر پہنچ گئی جس پر کوئل بیٹھی تھی.....چند لمحہ کے بعد بلّی نے یک لخت کوئل کی ٹانگ اپنے منہ میں دبوچ لی۔

جب کوئل نے یہ دیکھا تو وہ ہکّا بکّا رہ گئی۔مگر فوراً اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے اُس نے سیاست اختیار کی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

''بی صاحبہ، یہ کیا مذاق ہے؟ آپ مجھے اس قدر کیوں شرمندہ کررہی ہیں۔کیا واقعی آپ کو میرا گیت اس قدر پسند آیا کہ مارے عقیدت کے پاؤں چوم لیے؟

اخلاقاً بلّی نے جواب دیا۔جی کوئل صاحبہ!

اتنا ہی بلّی کے منہ سے نکلا تھا کہ کوئل کا پیر بلّی کے منہ سے آزاد ہوگیا اور وہ پھُر سے اڑ کر سب سے اونچی شاخ پر بیٹھ گئی اور بولی۔

''بی صاحبہ! مجھے پہلے ہی شک ہوگیا تھا مگر میں تمھاری میٹھی میٹھی باتوں میں اپنی حقیقت بھول گئی تھی۔

کبھی کبھی میٹھی باتیں زہریلی اور گمراہ کرنے والی ہوتی ہیں!!!

□□□

www.urduchannel.in

چالاک مُرغا

ایک عرصہ سے ایک کُتّا اور ایک مُرغا، دونوں ایک ساتھ بڑے پیار سے ایک جنگل کے قریب کھیت میں رہ رہے تھے۔

ایک دن کُتّے صاحب بولے۔''بھئی ہم کو آج جنگل چلنا چاہیے،ممکن ہے تم کو چھوٹے موٹے پھل مل جائیں اور مجھے کوئی تندرست اور مزیدار خرگوش وغیرہ مل جائے۔''

بھئی خیال تو نیک ہے۔اس کھیت میں رہتے رہتے میرا دل بھی بہت گھبرا گیا ہے۔''میاں مرغے نے منہ بناتے ہوئے رضامندی ظاہر کی۔

بس پھر کیا تھا۔دونوں باتیں کرتے ہوئے ایک جنگل کی طرف چل دیئے۔جنگل میں وہ دونوں شکار کی تلاش کرتے رہے مگر شکار دونوں کے ہاتھ نہ لگا۔یہاں تک کہ شام ہوگئی۔

''بھئی ہم لوگ رات سے پہلے اپنے گھر نہیں پہنچ پائیں گے۔''

میاں کُتّے نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آج رات ہم لوگوں کو یہیں رکنا پڑے گا؟ خیر کوئی بات نہیں۔اِتفاق سے یہاں ایک عمدہ اور پُرانا کھوکھلا درخت بھی ہے۔تم ایسا کرنا کہ تم درخت کے کھوہ میں سوجانا اور میں اس کی شاخ پر بیٹھ کر آرام کرلوں گا۔''مرغے نے مسئلہ حل کردیا۔

''بھئی خیال ٹھیک ہے۔اس طرح ہم دونوں رات آرام سے گزار لیں گے۔

میاں مرغے اس درخت کی ایک شاخ پر چڑھ گئے اور میاں کُتّے اس کھوہ میں آرام سے سوگئے۔

صبح میاں مرغے صاحب بیدار ہوئے اور اپنے پَر پھیلاتے ہوئے اذان دی۔

''ککڑوں کوں.....ککڑوں کوں.....کوں.....ککڑوں.....کوں۔''

اسی جنگل میں ایک لومڑی صاحبہ شکار کی تلاش میں رات سے گھوم رہی تھیں۔اسے بھی کوئی شکار نہیں ملا تھا۔اس لیے اس

www.urduchannel.in

کے پیٹ میں چوہے کود رہے تھے۔ وہ بہت بھوکی تھی۔

جب اس نے مرغے کی آواز سنی تو اس کے کان کھڑے ہوئے اور دل ہی دل میں وہ بولی۔ ''ہا..... ہا..... ہا..... یہیں کہیں ایک شکار ہے۔ مجھے اس کو تلاش کرنا چاہیے۔ ممکن ہے وہی صبح صبح میرے ہتھے لگ جائے۔''

اس نے اس امید پر مرغے کی آواز کا پیچھا کیا۔ آخر کار اسے ایک درخت کی بلند شاخ پر میاں مرغے نظر آ گئے۔

''آداب عرض ہے محترم!'' لومڑی صاحبہ نے لکھنوی انداز میں سلام کیا۔ مرغے نے بڑے غور سے نیچے دیکھا۔

''جناب صبح بخیر..... واقعی آپ کتنے اچھے ہیں..... بھئی کیا آپ میرے ساتھ ناشتہ کرنا گوارا کریں گے۔''

لومڑی صاحبہ نے دوبارہ مخاطب کرنے کے بعد اپنا مقصد عرض کیا۔

محترمہ..... بہت بہت شکریہ! میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کو تیار ہوں، اگر آپ میرے ایک ساتھی کو میرے ساتھ آنے کی اجازت دیں تو بڑی خوشی ہوگی۔ اُمید ہے آپ کو ناگوار نہ ہوگا۔'' میاں مرغے نے عرض کیا۔

''یقیناً— ارے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے..... وہ صاحب کہاں تشریف فرما ہیں؟'' لومڑی صاحبہ نے بے چینی سے پوچھا۔

''میرا دوست اِس درخت کے کھول میں آرام کر رہا ہے۔ آپ ذرا اندر جا کر ان کو بیدار کر دیں۔ بڑی مہربانی ہوگی۔'' میاں مرغے نے گزارش کی۔

''بہت خوب۔ ہا..... ہا..... واقعی میں بڑی خوش قسمت ہوں! لومڑی صاحبہ باغ باغ ہو گئیں۔

لومڑی صاحبہ کھول کے اندر داخل ہوئیں اور بولیں۔

''جناب آداب عرض ہے..... کیا آپ میرے ساتھ ناشتہ کرنا گوارہ کریں گے؟ ویسے آپ کے دوست تو راضی ہو گئے ہیں۔''

اس کے جواب میں میاں کتّے اچانک اس پر جھپٹے اور اس کی ناک ''کٹ'' سے کاٹ لی۔

لومڑی صاحبہ اپنی قسمت پر روتی ہوئی تیزی سے بھاگیں۔

''ہوں..... لومڑی صاحبہ، اپنے آپ کو بڑی چالاک سمجھتی تھیں۔''

میاں مرغے کے چہرے پر طنز بھری مسکراہٹ بکھر گئی اور ایک زوردار قہقہہ چند لمحوں کے لیے پورے جنگل میں گونج اُٹھا۔

''ہا..... ہا..... ہا..... ہا..... ہا..... ہا..... ہا.....''

□□□

www.urduchannel.in

عقلمند کسان

ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ گاؤں کا جائزہ لینے کی غرض سے نکلا۔ جب وہ ایک گاؤں پہنچا تو اس نے ایک کمزور بوڑھے آدمی کو کھیت جوتتے ہوئے دیکھا۔ وہ رُکا اور اس نے سوچا کیوں نہ اس سے چند سوالات کیے جائیں، دیکھیں کسان کِتنے عقلمند ہوتے ہیں۔

چنانچہ بادشاہ نے کسان کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا۔

'اے کسان' تم نے خدا کے نام پر اس کو کیوں نہیں کیا؟

حضورِ اعلیٰ، میں نے تو کیا تھا مگر خدا کی مرضی نہیں تھی۔''

کسان نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

پھر بادشاہ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ ''خدا کے نام پر تم نے اس کو کیوں نہیں کیا؟'' جناب عالی! میں نے کیا تھا مگر خدا کی مرضی نہیں تھی۔'' پھر تیسری بار بادشاہ نے یہی سوال کیا۔ ''میں نے کیا تھا مگر خدا کی مرضی نہیں تھی۔''

کسان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''تم اپنا معاملہ کس کے ساتھ کرتے ہو؟'' بادشاہ نے ایک اور نیا سوال کیا۔

''ہم کسان 'بادشاہ' کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔''

کسان نے کچھ غور کرتے ہوئے سوال کا جواب دیا۔

''اگر بادشاہ نہ آئے تو کس کے ساتھ معاملہ کرتے ہو۔'' بادشاہ نے پوچھا۔

''پھر ہم لوگ معاملہ 'وزیر' کے ساتھ کرتے ہیں۔ کسان نے جواب دیا۔

''اگر وزیر نہ ہو تو کس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔

''پھر معاملہ 'لائق شہزادے' کے ساتھ ہوتا ہے۔'' کسان نے جواب دیا۔

کسان کا جواب سن کر بادشاہ نے کسان کی عقل و دانشمندی کی داد دیتے ہوئے مشورہ دیا کہ کسان اپنی اور بادشاہ کی

www.urduchannel.in

گفتگو کا مطلب

اس وقت تک کسی کو نہ بتائے جب تک اس کو کافی روپیہ نہ مل جائے۔

بادشاہ اپنے محل پہنچا اور وزیر سے کہا۔ ''میں نے جو کچھ کسان سے باتیں کی ہیں، وہ سب تم نے سنی ہیں۔ تم اس گفتگو کا مطلب بتاؤ۔''

وزیر باوجود اپنی عقلمندی کے گھبرا گیا اور بادشاہ سے عرض کیا۔

''حضور اعلیٰ! یہ بالکل سچ ہے کہ میں نے آپ اور کسان کی بات چیت سنی مگر کچھ نہ سمجھا!

''اگر مطلب نہیں بتایا تو تم اپنے عہدے سے محروم ہو جاؤ گے۔'' بادشاہ نے حکم دیا۔

وزیر گھر آیا اور سوچنا شروع کر دیا۔ جتنا زیادہ وہ سوچتا اُتنا ہی وہ اور زیادہ پریشان ہوتا۔ اسے وہ بات بے معنی اور لغو معلوم ہوتی تھی۔

اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس بات کا مطلب اُس کسان ہی سے دریافت کیا جائے؟

''تمھاری اور بادشاہ کی گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ وزیر کسان کے گھر گیا اور کسان سے التجا کرتے ہوئے دریافت کرنے کی کوشش کی۔

وزیر صاحب، اگر آپ تین ہزار روپے دیں گے تو میں اس بات چیت کا مطلب بتاؤں گا، ورنہ نہیں۔

بادشاہ کا پہلا سوال یہ تھا کہ ''میں نے جوانی میں شادی کیوں نہیں کی تا کہ میرے بیٹے بُڑھاپے میں کام آتے۔''

میرا جواب یہ تھا کہ ''میں نے شادی تو کی تھی مگر خدا کی مرضی نہیں کہ میرے لڑکے ہوں۔''

''دوسری..... تیسری شادی کیوں نہیں کی۔'' بادشاہ کے دوسرے اور تیسرے سوال کا یہ مطلب تھا۔

دوسری— تیسری شادی تو کی تھی مگر خدا کی مرضی نہیں تھی کہ اولاد ہو۔'' دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب کا مطلب یہ ہے۔

اور اگلے سوالوں کا کیا مطلب تھا؟ وزیر نے پھر کسان سے دریافت کیا۔

بادشاہ میری کھیتی باڑی کے بارے میں دریافت کر رہا تھا اور جو میں نے جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے۔

''کسان کے لیے 'بادشاہ' ماہ جولائی ہوتا ہے کیونکہ اس وقت مانسون بارش لاتی ہے۔ اگر جولائی خشک گزر جائے تو ہم کسان اگست سے بارش کی امید رکھتے ہیں، اور اس دوسرے مہینے کو ہم لوگ 'وزیر' کہتے ہیں۔ اگر 'اگست' میں بھی بارش نہ ہو تو ہم لوگ بارش کی امید ستمبر میں رکھتے ہیں۔ جس کو ہم لوگ لائق شہزادہ کہتے ہیں۔

کسان نے تین ہزار روپے لینے کے بعد اپنی اور بادشاہ کی گفتگو کا مطلب بتا دیا۔

اس طرح کسان کو انعام بھی مل گیا اور وزیر بھی اپنے عہدے پر قائم رہا۔

لوگوں نے سچ کہا ہے کہ صرف پڑھا لکھا آدمی ہی عقلمند نہیں ہوتا۔ کوئی مزدور اور کسان بھی عقلمند ہو سکتا ہے۔

www.urduchannel.in

عقلمندی کا تعلق سمجھ سے ہے!!!

□□□

شکاری شکار ہو گیا!

ایک بار کی بات ہے کہ جب بھیڑیے صاحب کو دن بھر کوئی شکار نہ ملا تو وہ رات کو ایک جگہ چھپ کر شکاری کی تاک میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لومڑی صاحبہ نظر آئیں۔ لومڑی صاحبہ بھیڑیے کو دیکھ کر بھاگیں۔

بھیڑیے صاحب نے ان کا پیچھا کیا اور پکڑ لیا۔

''ہوں..... آپ کا خیال تھا کہ آپ بہت چالاک ہیں۔ آپ بھاگ رہی تھیں۔ آخر کار پکڑ میں آ ہی گئیں..... چہ چہ چہ..... افسوس صد افسوس۔''

بھیڑیے صاحب نے کہا۔

''میرے مہربان..... میں موت سے قطعی نہیں ڈرتی ہوں..... مجھے علم ہے کہ ہم سب کو ایک دن مرنا ہے..... مگر..... مگر ایک بات کا دکھ ضرور ہے۔ لومڑی نے عاجزی کے ساتھ کہا۔ ''کس بات کا دکھ.....؟'' بھیڑیے نے سوال کیا۔

اگر اس وقت آپ اس ناچیز کو مار ڈالیں گے تو میرے معصوم بچے بھوکے رہیں گے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے کھانے کے لیے پنیر ضرور لاؤں گی۔ وہ کس قدر روئیں گے۔ لومڑی نے اپنا دکھ بتایا۔

پنیر.....؟ میں تو اس کا بڑا شوقین ہوں۔ تم کہاں سے پنیر لاؤ گی؟

بھیڑیے صاحب نے دریافت کیا۔

''اکثر کسان حضرات اسے کنویں کے اندر رکھتے ہیں'' لومڑی نے کہا۔

''کیا.....؟ کنویں کے اندر؟ بڑی مضحکہ خیز جگہ ہے..... لیکن تم کیسے کنویں سے نکال لیتی ہو.....؟''

بھیڑیے صاحب نے بڑی بے چینی سے معلوم کرنا چاہا۔

میں بالٹی میں بیٹھ کر کنویں کے اندر جاتی ہوں اور یہ بہت آسان طریقہ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک گھنٹے کے اندر مع پنیر حاضر ہو جاؤں گی۔

لومڑی صاحبہ نے فرار ہونے کی کوشش کی۔

www.urduchannel.in

کیا؟ تم کو اجازت دیں؟ نہیں محترمہ میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔

بھیڑیے صاحب نے کہا۔

''ضرور.....ضرور..... یہ تو میری خوش قسمتی ہوگی۔ لومڑی صاحبہ نے دل میں کوستے ہوئے، مگر چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ دونوں کنوئیں کے پاس آئے۔ اس وقت چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ لومڑی نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو اس کو کنوئیں کے اندر بڑے گول اور زرد چاند کا عکس پانی کی سطح پر نظر آیا۔

''ارے وہ دیکھیے.....کس قدر بڑا، گول گول اور زرد پنیر ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا پنیر کبھی نہیں دیکھا!!''

لومڑی صاحبہ نے حیرت ظاہر کی۔

''تم بالکل صحیح کہہ رہی ہو۔''

بھیڑیے صاحب نے کنویں میں جھانکنے کے بعد کہا۔

دیکھیے جناب میں خودغرض نہیں بننا چاہتی ہوں۔ آپ ہی کنویں سے بالٹی کے ذریعہ پنیر لائیں اور آپ آدھے سے زیادہ اپنا حصہ بھی لیلیں۔ لومڑی نے کہا۔

''سنیے محترمہ'' میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں کہ آپ کی باتوں میں آجاؤں۔ آپ جلدی سے کنویں کے اندر جائیں۔ جلدی کیجیے۔ نہیں تو میں آپ کو کھا جاؤں گا۔

بھیڑیے صاحب نے دھونس دی۔ لومڑی صاحبہ مجبوراً بالٹی کے اندر بیٹھ کر کنویں کے اندر جانے لگیں۔

سُنیے۔ سُنیے۔ یہ بہت بڑا پنیر ہے۔ یقین مانیے میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا پنیر نہیں دیکھا۔ لومڑی صاحبہ چلائیں۔

''اچھا.....اچھا.....جلدی کرو۔'' بھیڑیے صاحب نے حکم دیا۔

یہ بہت بھاری ہے میں اس کو اکیلے نہیں لا پاؤں گی۔ آپ میری مدد فرمایئے۔'' لومڑی نے مجبوری ظاہر کی۔

''میں کیسے آؤں؟'' بھیڑیے صاحب نے دریافت کیا۔

بس اسی کے دوسرے سرے سے ایک بالٹی بندھی ہوئی ہے اس میں آپ بیٹھ جائیں۔ آپ حفاظت سے آجائیں گے۔

لومڑی صاحبہ نے ترکیب بتائی۔

بھیڑیے صاحب بالٹی کے اندر کود کر بیٹھ گئے۔

چونکہ بھیڑیے صاحب بھاری تھے اور لومڑی صاحبہ ہلکی تھیں، اس لیے لومڑی صاحبہ کی بالٹی اوپر آجاتی ہے اور بھیڑیے صاحب کی بالٹی نیچے چلی جاتی ہے۔

لومڑی صاحبہ جب اوپر آجاتی ہیں تو بھیڑیے صاحب کو مخاطب کر کے طنزاً فرماتی ہیں۔

''اجی قبلہ.....خوب پنیر کھایئے اور ہمیشہ کے لیے سو جایئے۔ میں چلتی ہوں۔

www.urduchannel.in

خدا حافظ!''

□□□

عقلمند سوداگر

یہ اس دور کی کہانی ہے جب آج کی طرح ہوائی جہاز، کار اور ریل گاڑی وغیرہ نہ تھیں۔

ایک سوداگر دو ہزار روپے لے کر ایک دوسرے شہر اپنی دوکان کے لیے سامان خریدنے کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک ٹھگ مل گیا۔

ٹھگ بہت چالاک اور اپنے فن میں اُستاد تھا۔

سوداگر نے بھی دنیا دیکھی تھی۔ اس لیے اس نے سوچ سمجھ کر سفر کیا۔

دونوں باتیں کرتے اور گپ شپ مارتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ راستے ہی میں شام ہوگئی۔ دونوں ایک مسافر خانہ میں ٹھہر گئے۔ دونوں نے قریب قریب اپنا بستر بچھایا اور سوداگر بے فکرا اپنے بستر پر لیٹ گیا لیکن ٹھگ صرف آنکھ بند کیے ہوئے لیٹا تھا۔

جب سوداگر خراٹے لینے لگا تو ٹھگ اپنی جگہ سے اُٹھا اور دھیرے سے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایک ایک چیز سوداگر کی دیکھی مگر جس چیز کی اسے تلاش تھی وہ چیز ہاتھ نہ لگی۔ وہ فکر میں مبتلا ہوگیا کہ سوداگر بستر پر لیٹنے کے بعد کہیں گیا بھی نہیں پھر اس کا سارا روپیہ پیسہ کہاں گیا؟

ٹھگ نے پھر سے ہر چیز کو ٹٹولا لیکن اس کو روپیہ نہ ملا اور وہ مایوس ہو کر بستر پر سو گیا۔

صبح ہوئی۔ دونوں بیدار ہوئے۔ صبح کے روزمرہ کے کاموں سے فراغت پا کر وہ مسافر خانے سے آگے بڑھے، چلتے چلتے شام ہوگئی اور چور و سوداگر دونوں شہر پہنچ گئے۔

''بھائی سوداگر صاحب، اب تو شہر آگیا ہے۔ اب ہم آپ سے رخصت ہوتے ہیں۔ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میرا راستہ آسانی سے کٹ گیا۔

ٹھگ نے افسردگی سے کہا۔

سوداگر نے اپنی جیب سے دو ہزار کی تھیلی نکالی اور پھر ٹھیک سے جیب میں رکھ لی۔ ٹھگ تھیلی دیکھ کر اس کا منہ تکتا رہ گیا۔

www.urduchannel.in

کچھ وقفہ کے بعد ٹھگ نے سوداگر کو اپنی اصلیت بتاتے ہوئے کہا۔

سوداگر صاحب! میں ٹھگ ہوں اپنی چالاکی، عقلمندی اور استادی کے باوجود، میں آپ کا پیسہ نہ چرا سکا۔ اب آپ اس تھیلی کا راز بتائیے۔

سوداگر مسکرایا اور بولا بھائی، اس میں راز کچھ نہیں ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم میرے کپڑے وغیرہ ٹٹولو گے۔ تم اپنے بستر کا جائزہ کیوں لیتے؟ اس لیے میں نے یہ تھیلی تمھارے بستر کے نیچے رکھ دی اور بے فکر ہو کر سو گیا اور جب تم مایوس ہو کر سو گئے تو میں نے جلدی سے اُٹھ کر تھیلی اپنی جیب میں رکھ لی۔

''اے خدا، تھیلی میرے پاس تھی۔ پھر بھی میں آپ کی جیب ٹٹولتا رہا میں بھی کتنا بڑا بے وقوف ہوں۔''

اس طرح سوداگر نے اپنی سوجھ بوجھ اور عقلمندی سے اپنی رقم چوری ہونے سے بچالی!!

□□□

www.urduchannel.in

حاضر جواب لڑکا

آونتی ایک جاپانی ہنس مکھ لڑکا تھا۔

یوں تو اس کے محلہ کے زیادہ تر لڑکے اُسے بہت چاہتے تھے لیکن کچھ لڑکے اس کی حاضر جوابی سے جلتے بھی تھے۔ اس لیے وہ لوگ اکثر و بیشتر اس کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہتے۔ لیکن وہ ہمیشہ اپنی ذہانت سے ان لڑکوں کو مات دیتا رہتا۔

ایک دن ایک لڑکے نے اُس کا مذاق اڑانے کے لیے اس سے کہا۔

اونتی! میری عادت یہ ہے کہ میں منہ کھول کر سوتا ہوں۔ روزانہ کی طرح کل رات بھی میں منہ کھولے سو رہا تھا کہ ایک چوہا آیا اور میرے منہ کے راستے میرے پیٹ میں گھس گیا۔ اب تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں؟

آونتی نے فوراً جواب دیا۔ میرے دوست! اس کا تو بس ایک ہی علاج ہے۔ اب تم کسی زندہ بلّی کو پکڑو اور اسے نگل جاؤ۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آونتی نے ایک کباب والے سے مرغی کے کباب اُدھار لے کر کھائے لیکن وعدہ کے مطابق وہ وقت پر پیسے نہیں دے سکا۔

جب آونتی بہت دنوں کے بعد کباب والے کو پیسے دینے گیا تو اس نے یہ کہہ کر پیسے لینے سے انکار کر دیا کہ ایک ہزار ین (ین (Yen) جاپانی سکّہ) تمھارے ذمے نکلتے ہیں۔ اتنے کم پیسے نہیں لوں گا۔ آونتی نے حیرت سے پوچھا کہ بھائی ایک مرغی کی قیمت ایک ہزار ین کیسے؟

اس پر کباب والے نے حساب بتاتے ہوئے کہا۔ تم خود حساب لگالو۔ اگر تم مرغی نہ کھاتے تو وہ کتنے انڈے دیتی۔ پھر ان انڈوں سے کتنے بچے پیدا ہوتے۔ وہ بچے پھر انڈے دیتے، مرغی بن کر، اور ان انڈوں سے پھر بچے پیدا ہوتے۔ اس طرح جتنے بچے ہوتے اور پھر وہ مرغی بنتے۔ اس طرح ان کی قیمت اتنی ہی ہوتی جتنی میں بتا رہا ہوں۔

www.urduchannel.in

آونتی نے اتنے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔اس پر دونوں میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔

لوگوں نے آ کر بیچ بچاؤ کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ تم لوگ کل عدالت میں حاضر ہو کر اپنا فیصلہ کرا لینا۔

دوسرے دن کباب والے صاحب ٹھیک وقت پر عدالت پہنچ گئے۔ کباب والے نے اپنی کہانی سنانے کے بعد کہا۔

حضور! آونتی ابھی تک مارے ڈر کے نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ کیونکہ میری بات سچ ہے۔

اتنے میں آونتی عدالت میں داخل ہوا۔ جج نے سب سے پہلا سوال آونتی سے یہ کیا کہ تم اتنی دیر سے کیوں آئے؟ اونتی نے عرض کیا۔

یور آنر، آج مجھے اپنے کھیت میں گیہوں بونے تھے۔اس لیے میں انھیں بھنوانے چلا گیا تھا۔

اس بات پر پوری عدالت ہنس پڑی۔ جج نے قدرے غصہ سے کہا۔

بھُنے ہوئے گیہوں سے کہیں پودے اُگتے ہیں؟

اس پر آونتی نے کہا۔

یور آنر آپ بجا فرما رہے ہیں۔لیکن اگر میرے ان دو کاندار دوست کی بھُنی ہوئی مرغی انڈے دے سکتی ہے تو کیا بھنے گیہوں سے پودے نہیں اُگ سکتے ہیں؟''

□□□

www.urduchannel.in

قصّہ ایک آئینہ کا

یہ کئی سو برس پہلے کی بات ہے کہ جاپان کے ایک گاؤں کے لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ آئینہ کیا ہوتا ہے کیونکہ اس گاؤں میں کسی کے گھر میں بھی چہرہ دیکھنے کے لیے کوئی آئینہ نہیں تھا۔

اتفاق سے ایک دن ایک چینی سوداگر کا اس گاؤں سے گزر ہوا۔اس کے پاس ایک چھوٹا سا آئینہ تھا۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ وہ وہیں گر گیا جس کو ایک نوجوان کسان نے اُٹھا لیا۔

جب اس نے اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ یہ سوچ کر کہ میرا باپ مجھ کو بہت چاہتا ہے، اس لیے اس نے بیتی رات یہ تصویر اوپر سے پھینک دی ہے۔اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس کو سنبھال کر اپنے صندوق میں رکھوں گا۔

اس کسان نے آئینہ اپنی بیوی کو نہیں دکھایا بلکہ اس کو اپنے صندوق میں چھپا کر رکھ دیا۔ وہ کمرے میں صبح و شام اس آئینہ کو اپنے باپ کی تصویر سمجھ کر دیکھتا رہا۔

ایک دن وہ صندوق کا تالہ بند کرنا بھول گیا اور آئینہ دیکھ کر کھیت چلا گیا۔

اتفاق سے اس دن اس کی بیوی کو کچھ پیسوں کی ضرورت پڑ گئی۔ جب اس نے صندوق کھولا تو اُس میں اُس کو ایک آئینہ نظر آیا۔اس میں اپنی جیسی ایک عورت کی شکل دیکھ کر وہ اپنے میاں سے اتنی ناراض ہوگئی کہ اس دن اس نے اپنے میاں کے لیے کھانا بھی نہیں پکایا۔ جب دوپہر کے وقت کسان واپس آیا تو وہ بولا۔''میں بھوک کے مارے مرا جا رہا ہوں۔جلدی سے مجھے کھانا دو۔'' کھانا دینے کے بجائے اس کی بیوی نے اس کو وہ آئینہ دکھایا اور روتی ہوئی بولی۔

میں تم کو کھانا نہیں دوں گی۔تم جھوٹ بولتے ہو تم نے میری جیسی کسی اور عورت سے شادی کر رکھی ہے جس کی تصویر تم صندوق میں چھپا کر رکھتے ہو۔

کسان اس آئینہ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔تم کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ یہ کسی عورت کی تصویر نہیں ہے۔ یہ میرے باپ کی تصویر ہے۔ابھی کچھ ہی دن پہلے انھوں نے میرے لیے یہ تصویر اوپر سے نیچے پھینکی ہے۔

لیکن کسان کی بیوی نے کچھ نہ سنی بلکہ وہ خوب زور زور سے رونے لگی۔

www.urduchannel.in

اس کے گھر کے باہر سے ایک سادھو گزر رہا تھا۔ اس نے جب رونے کی آواز سنی تو وہ وہیں رک گیا اور بہت دیر تک سوچتا رہا کہ کیا ماجرا ہے۔ پھر وہ اجازت لے کر گھر میں داخل ہوا اور رونے کی وجہ معلوم کی۔ اس پر کسان بولا۔

مہاراج! میری بیوی پاگل ہوگئی ہے۔ یہ دیکھیے، یہ تصویر میرے باپ کی ہے لیکن یہ کہتی ہے کہ یہ تصویر اُس کی جیسی کسی عورت کی ہے۔

سادھو مہاراج نے آئینہ کو بڑے غور سے دیکھا۔ اسے اس میں اپنی شکل دکھائی دی۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر وہ بولا۔

میرے بچو! تم دونوں بلاوجہ آپس میں لڑ رہے ہو۔ یہ تصویر نہ تمھارے باپ کی ہے اور نہ کسی عورت کی۔ تم دونوں ہی غلط فہمی میں پڑ گئے ہو۔ یہ تصویر تو میرے پتا جی کی ہے میں اس کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں!!

❐❐❐

www.urduchannel.in

چوہیا رانی

گنگا ندی کے ساحل پر ایک سادھو جی کے سر کے اُوپر ایک چیل اپنے دائیں پیر کے پنجے میں ایک چوہیا دبائے اُڑ رہی تھی۔ وہ شاید چوہیا کو ہضم کرنے کے لیے کوئی معقول جگہ کی تلاش میں تھی۔

جب وہ دائیں پیر کے پنجے میں چوہیا دبائے دبائے تھک گئی تو اس نے چوہیا کو بائیں پیر کے پنجے میں دبوچنے کی کوشش کی— ''پٹ!'' اسی کوشش میں چوہیا سادھو جی کے سر پر گر پڑی۔

''رام.....رام.....رام۔''

سادھو جی زیر لب بڑبڑائے اور پھر بھرپور نظروں سے اُسے دیکھنے لگے۔

''چہ..... چہ..... چہ..... بیچاری بڑی بدنصیب ہے!! کوئی بات نہیں۔ میں اس کو کنیا (لڑکی) بنا دوں گا!!''

انھوں نے منتر پڑھنا شروع کیے۔ چند ہی منٹ میں چوہیا منتر کے عمل سے ایک خوبصورت لڑکی بن گئی۔

سادھو جی اس کو اپنے گھر لے گئے۔ سادھو کی بیوی اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی— سادھو جی نے اپنی بیوی کو اس لڑکی کے بارے میں تفصیل سے بتایا— سادھو کی بیوی نے اس کا نام ''چوہیا رانی'' رکھ دیا اور اپنے بچے کی طرح پرورش کرنے لگی۔

ایک دن سادھو کی پتنی نے اپنے پتی سے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اب ''چوہیا رانی'' کی شادی کر دینا چاہیے کیونکہ اب وہ جوان ہو چکی ہے۔''

سادھو جی نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا— ''مگر تم تو جانتی ہو، اس میں اور عام لڑکیوں میں کیا فرق ہے۔ لہٰذا اس سے پوچھنا ضروری ہے۔''

دونوں میاں بیوی نے چوہیا رانی کو بلایا اور پوچھا۔

www.urduchannel.in

''بیٹی! اب تم بڑی ہو چکی ہو، لہٰذا اب تمھاری شادی کر دینا بہت ضروری ہے۔ اس لیے تم مجھے بتاؤ کہ تم کس سے شادی کرنا پسند کرو گی؟''

''جو دنیا میں سب سے بڑا اور طاقت ور ہو۔''

چوہیارانی نے شرماتے ہوئے کہا۔

''بیٹی! ایسا انتظام کرنا تو ناممکن ہے کیونکہ میں تو دنیا میں سب سے بڑا اور طاقتور صرف ''سورج دیوتا'' ہی کو مانتا ہوں۔'' سادھو نے کہا۔

''تو میں ''سورج'' ہی سے بیاہ کروں گی!''

چوہیارانی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

سادھو جی نے دوسرے ہی دن صبح صبح ''سورج دیوتا'' سے درخواست کی۔

''سورج دیوتا، میری ''چوہیارانی'' ضد کرتی ہے کہ وہ آپ سے شادی کرے گی، یعنی جو دنیا میں سب سے بڑا اور طاقتور ہو۔ میری نظر میں آپ ہی اس دنیا میں سب سے بڑے اور طاقتور ہیں..... آپ ہی تو اندھیری دنیا کو روشن کرتے ہیں۔''

''نہیں ایسی بات تو نہیں ہے..... ''بادل'' مجھ سے کہیں زیادہ بڑا اور طاقتور ہے۔ وہ میرے چہرے کو ڈھک لیتا ہے جس سے دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے اور میری روشنی اس سے شکست کھا جاتی ہے۔ اس لیے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم ''چوہیارانی'' کا بیاہ شری مان ''بادل'' سے کرو۔''

سورج نے پُراعتماد لہجے میں مشورہ دیا۔

سادھو جی ''بادل'' کے پاس گئے اور اپنی ساری سمسیا بتائی۔

''نہیں شری مان، آپ میرے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔..... حقیقت تو یہ ہے کہ ''ہوا'' مجھ سے زیادہ طاقتور ہے..... دیکھیے نا، وہ مجھے اکثر اُڑا لے جاتی ہے!! آپ ''ہوا'' کے پاس جائیے اور اس سے کہیے، اس کے ساتھ ''چوہیارانی'' کا بیاہ بہتر رہے گا۔''

''بادل'' نے ''ہوا'' کو طاقتور اور بڑا ثابت کرتے ہوئے رائے دی۔

سادھو جی ''ہوا'' کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش ظاہر کرتے ہوئے التجا کی۔

''میں آپ کی خواہش قطعی نظر انداز نہ کرتی، مگر مجھے افسوس ہے کہ ''پہاڑ'' مجھ سے بڑا اور طاقت ور ہے۔ میں ہزاروں بار یہ کوشش کر چکی ہوں کہ ''پہاڑ'' ایک دن ذرا سا ہل ہی جائے مگر وہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوتا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کون بڑا ہے..... آپ ''پہاڑ'' کے پاس جائیے اور اُس سے فرمائیے!''

''ہوا'' نے مجبوری ظاہر کی۔

سادھو جی پہاڑ کے پاس گئے اور اس کی تعریف کرتے ہوئے اپنا مقصد بیان کیا۔

''شری مان سادھو جی، آپ نے بھی کمال کر دیا! آپ اتنے بڑے عالم کہ سورج، بادل، ہوا اور اب آپ اس خاکسار سے باتیں کر رہے ہیں۔ مگر آپ نے یہ کبھی غور نہ فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑا اور طاقتور کون ہے؟''

ہنستے ہوئے طنزیہ لہجے میں پہاڑ جی بولے۔

''تو آپ ہی فرمائیں!'' سادھو جی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے گزارش کی۔

''چوہا!..... ''میری نظر میں ''چوہا'' دنیا میں سب سے بڑا اور طاقت ور ہے۔ دیکھیے نا، میں خاموش کھڑا کا کھڑا ہی رہتا ہوں اور وہ بڑے اطمینان اور سکون سے میرے پہلو میں سوراخ کر کے اپنا بِل بنا لیتا ہے — میرا خیال ہے کہ آپ اسی سے ملاقات کریں۔''

''پہاڑ'' نے چوہے کے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا۔

سادھو جی نے چوہوں کے بادشاہ سے ملاقات کی اور اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے پوچھا۔

''کیا آپ ''چوہیارانی'' سے شادی کرنے کے لیے تیار ہیں؟''

چوہوں کے بادشاہ نے اپنی گردن ہلاتے ہوئے رضامندی ظاہر کی۔

سادھو جی اپنے گھر آئے اور تفصیل سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

''اب یہ اچھی طرح سے ثابت ہو گیا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا اور طاقتور ''چوہا'' ہی ہے!''

''آپ مجھے دوبارہ چوہیا بنا دیجیے..... میں ان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' چوہیارانی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے شرما کر کہا۔

سادھو نے اپنے ''انتر منتر جنتر'' کے جادو سے اُسے دوبارہ ''چوہیا'' بنا دیا

اور بڑی دھوم دھام سے چوہوں کے بادشاہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی!!

❐❐❐

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

آدم خور اور بھول بُھلّیاں

آدم خور بھول بھلّیاں! جی ہاں بھول بھلّیاں!!

میں لکھنؤ کی بھول بھلّیاں کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ اُس بھول بھلّیاں کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں جو آج سے لگ بھگ تین ہزار سال قبل جزیرہ کوپٹ کے نزدیک بنی ہوئی تھی۔ جس میں ایک آدم خور جانور پلا ہوا تھا۔ اس کا سر بیل کی طرح تھا اور نام تھا ''مینوٹور''

اس سے ایک قدیم داستان جڑی ہوئی ہے جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ جزیرہ کوپٹ کے ظالم حاکم ''منپوس'' کے بیٹے کا یونان جانا ہوا اور وہ وہیں قتل کر دیا گیا۔

اُس وقت یونان کا بادشاہ بہت کمزور تھا۔ اس لیے اس نے اس کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے اس شرط پر معاف کیا کہ وہ ہر سال، چودہ نوجوان لڑکے لڑکیاں مینوٹور نامی آدم خور جانور پر بھینٹ چڑھانے کے لیے بھیجا کرے گا۔

مرتا کیا نہ کرتا۔ اُس نے یہ شرط منظور کر لی اور شرط کے مطابق ہر سال چودہ معصوم لڑکے اور لڑکیوں کو موت کے حوالے کرتا رہا۔

شاہ یونان کا ایک لڑکا بھی تھا جب وہ جوان ہوا تو اس کو بے جا اور ظالمانہ شرط کا علم ہوا۔ اس کو اس بات سے صدمہ ہوا۔

اس باہمت، نڈر اور بہادر نے اسی وقت آدم خور مینوٹور کو قتل کرنے کا عزم کر لیا اور اپنے باپ سے آیندہ کھیپ میں جانے کا اصرار کیا۔

پہلے تو اس کا باپ اس پر راضی نہ ہوا لیکن آخر کار اس کو اپنے اکلوتے بیٹے کی ضد پوری کرنی پڑی۔

شہزادہ اپنے تیرہ ساتھیوں کے ساتھ مقررہ وقت پر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وقت دربار میں بادشاہ کی بیٹی بھی ایک عالی شان کرسی پر رونق افروز تھی۔

شہزادی، شہزادے کی آنکھوں کی چمک، چہرے کی رونق، اور مردانہ حسن کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے اسی لمحہ شہزادے کی

جان بچانے کا عہد کر لیا۔

چونکہ شہزادہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ آدم خور کے پاس ایک ایک کر کے بھیجے جائیں گے۔ اس لیے اس نے بادشاہ کی خدمت میں التجا کی کہ سب سے پہلے اسی کو آدم خور کے حوالے کیا جائے۔

اس کی درخواست منظور کر لی گئی اور وہ قید خانے میں قید کر دیا گیا۔ اسی روز رات کے وقت شہزادی دبے پاؤں شہزادے کے پاس آئی اور اس سے بولی۔

میں آج رات تم کو اس قید سے آزاد کر دوں گی اور تمھارے ساتھ تمھارے ملک چلوں گی، تمھاری رانی بن کر۔

جب شہزادے کا آدم خور پر بھینٹ چڑھنے کا وقت قریب آیا تو شہزادی نے اسے ریشم کے دھاگے کا ایک گولا دیا اور ہدایت کی کہ جب وہ بھول بھلّیاں میں داخل کیا جائے تو وہ اس کا ایک سِرا دروازہ سے باندھ دے اور پھر دھیرے دھیرے دھاگے کو چھوڑتا ہوا اندر جائے اور جب وہ آدم خور کو قتل کر ڈالے تو اسی دھاگے کے سہارے باہر نکل آئے۔

جب شہزادہ رات کے وقت آدم خور بھول بھلّیاں کے اندر دھکیل دیا گیا تو اس نے شہزادی کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا شروع کیا۔

ابھی وہ تاریک بھول بھلّیاں میں آہستہ آہستہ اپنے قدم بڑھا ہی رہا تھا کہ اسے آدم خور مینوٹور کے سانس لینے کی کرخت آواز سنائی دی۔

اس نے اپنے میان سے تلوار نکالی اور پے در پے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر اسی دھاگے کے سہارے باہر آ گیا۔

اس طرح وہ بھول بھلّیاں میں گم ہونے یا آدم خور کا نوالہ بننے سے بچ گیا۔

اس کے بعد شہزادہ اپنے تیرہ ساتھیوں اور شہزادی کو لے کر اپنے ملک واپس آ گیا۔

اس بھول بھلّیاں سے دھاگے کے سہارے باہر نکل آنا آج سے تین ہزار سال قبل یہ معمولی سی عقلمندی زبردست دانشمندی قرار دی گئی تھی۔

□□□

www.urduchannel.in

دان

ایک بار کا واقعہ ہے کہ مہارا جہ کرشن دیو کی ماں بہت سخت بیمار پڑیں اور اسی بیماری میں وہ انتقال کر گئیں۔

مہارا جہ بہت غمگین رہنے لگے کیونکہ انھیں اس بات کا بہت صدمہ تھا کہ وہ اپنی بیماری ماں کی آخری خواہش نہ پوری کر سکے۔ مرنے سے چند لمحے پہلے انھوں نے آم کھانے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن جب تک کہ آم آتے ان کی روح پرواز کر گئی۔ وزیروں کے مشورے پر مہارا جہ نے سلطنت کے نامی گرامی ۱۰۰ برہمنوں کو بلایا اور ان کے سامنے اپنا مسئلہ رکھا۔

''مرنے سے پہلے میری ماں نے آم کھانے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن خواہش پوری ہونے سے پہلے ہی وہ چل بسیں۔ ان کی آتما کو اس بات سے بہت صدمہ پہنچا ہوگا۔ کوئی ایسا راستہ بتائیے کہ جس سے ان کی آتما کو سکون مل سکے۔''

مہارا جہ کی پریشانی سن کر برہمنوں نے سوچا کہ کمانے کا اچھا موقع ہاتھ لگا ہے اسے ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ ان برہمنوں میں سے ایک نے آتما کو سکون پہنچانے کی ترکیب بتاتے ہوئے کہا:

''مہاراج! یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ اپنی ماں کی برسی پر سونے کے ۱۰۰ آم بنوا کر ہم برہمنوں کو دان میں دے دیجیے۔ بس آپ کی ماں کی آتما کو شانتی مل جائے گی۔''

چنانچہ مہارا جہ نے ایسا ہی کیا۔ سب ہی برہمن اس چالاکی پر بہت خوش ہوئے اور رات بھر جشن مناتے رہے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد تینالی رام نامی ایک غریب لیکن ہوشیار آدمی نے بھی برہمنوں کو یہ کہہ کر بلایا کہ آج میری ماں کی برسی ہے۔

سبھی برہمن دکشنا کی امید میں خوشی خوشی اس کے گھر پہنچے۔ پہلے تو اس نے سبھی ۱۰۰ برہمنوں کو عزت سے بٹھایا۔ پھر فوراً لوہے کی چھڑیں گرم کر کے سب ہی برہمنوں کے موٹے موٹے جسم داغنے چاہے۔ اس پر سبھی برہمن دُہائی دیتے ہوئے مہارا جہ کے دربار پہنچے اور اس کے خلاف فریاد کی۔

مہارا جہ کے طلب کرنے پر اس غریب لیکن عقلمند آدمی نے بڑی انکساری سے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا:

''مہاراج! میں نے اپنی ماں کی آتما کی شانتی کے لیے ایسا کیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟''

''ان برہمنوں کو داغنے سے تمھاری ماں کی آتما کو شانتی کیسے مل سکتی ہے؟''

مہارا جہ نے پوچھا۔

''مہاراج! میری ماں جب مر رہی تھی تب اس نے مجھ سے کہا تھا کہ فلاں جگہ میرے جسم پر لوہے کی چھڑیں تپا کر داغ دو تو میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ میں چھڑیں تپا ہی رہا تھا کہ میری ماں مر گئی۔

آپ نے اپنی ماں کی ادھوری خواہش پوری کرنے کے لیے سونے کے آم دان میں دیے۔ اسی طرح میں نے بھی اپنی ماں کا ادھورا علاج پورا کرنے کے لیے برہمنوں کے جسم پر گرم چھڑوں سے داغنا چاہا۔ ہمارے شاستر مہارا جہ اور تینالی رام کے لیے الگ الگ تو ہو نہیں سکتے۔ آپ مہارا جہ ہیں اس لیے آپ نے سونے کے آم سے ماں کی آتما کو شانتی پہنچائی۔ میں غریب ہوں اس لیے ماں کی آتما کو گرم لوہے کی چھڑوں سے برہمنوں کے جسم داغ کر شانتی پہنچانے کی کوشش کی۔

یہ سن کر مہارا جہ مسکرایا اور سبھی برہمن شرمندہ ہوئے۔

□□□

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

اثر کڑوے پانی کا!

پرانے زمانے کی بات ہے۔ایک آدمی ایک پیپل کے پیڑ کے نیچے شراب کشید کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا۔روزانہ کی طرح اُس دن بھی اس نے بھٹّی سلگائی، کڑوے پانی یعنی شراب کی ہانڈی اس پر چڑھائی اور آنچ دینے لگا۔لیکن بہت دیر تک آنچ دیتے رہنے پر بھی اس دن ایک بوند بھی شراب نہیں نکلی۔

حیران و پریشان ہوکر وہ اپنے محلے کے ایک بزرگ اوجھا کے پاس گیا اور اس سے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

بابا جی! میں نے اس پیپل کے پیڑ کے نیچے شراب کی بھٹّی لگائی ہے لیکن آج نہ جانے کیوں لاکھ کوشش کے بعد بھی، شراب کی ایک بوند بھی نہیں نکال پا رہا ہوں۔مہربانی کر کے کوئی راستہ بتایئے۔

کچھ سوچتے ہوئے اوجھا بابا نے کہا کہ تم جس پیڑ کے نیچے شراب نکال رہے ہو، اُسے کاٹ کر بھٹی میں جھونک دو۔پھر دیکھو گے کہ شراب رکھنے کے لیے تمھارے پاس برتن کم پڑ جائیں گے۔

وہ آدمی جھٹ پٹ اس پیڑ کے پاس واپس آیا اور اسے کاٹ کر بھٹّی میں جھونکنے لگا۔

اس پیڑ کے سایے میں چار جاندار بھی رہتے تھے۔مینا، طوطا، چیتا اور خنزیر (سور)، چاروں جانور دن بھر اِدھر اُدھر اپنا پیٹ بھرنے کے چکر میں رہتے۔پھر سورج ڈوبتے ہی اس پیپل کے سایے میں اپنی رات گزارتے۔اس دن بھی شام ہوتے ہی وہ چاروں ایک ایک کر کے وہاں آنے لگے۔

سب سے پہلے مینا آئی۔اس نے دیکھا پیڑ کاٹ دیا گیا ہے اور اس کی لکڑی وغیرہ کو بھٹّی میں جھونکا جا رہا ہے۔اس بات سے وہ بہت دُکھی ہوئی اور وہ جلتی بھٹّی میں کود پڑی۔اب پہلے کے مقابلے میں شراب زیادہ نکلی۔

اس کے بعد تھکا ہارا طوطا آیا۔اس کو اپنا پیڑ جلتا ہوا دیکھ کر بہت دُکھ ہوا۔وہ بھی بھٹّی میں کود گیا۔شراب اور زیادہ نکلی۔

اس کے بعد چیتا آیا۔اس کو بھی پیڑ جلتا ہوا دیکھ کر بہت دُکھ ہوا۔وہ بھی اس میں کود گیا۔شراب اور بھی زیادہ نکلی۔

آخر میں خنزیر (سور) آیا۔وہ بھی اس منظر کو دیکھ کر دُکھی ہوا۔وہ بھی بھٹّی میں کود گیا۔اب تو شراب اتنی زیادہ نکلی کہ اس کے لیے برتن کم پڑ گئے۔

کہا جاتا ہے اسی دن سے مینا، طوطا، چیتا اور سور کا اثر شراب میں شامل ہو گیا۔اِسی لیے جب آدمی شراب پیتا ہے تو پہلے وہ مینا کی طرح میٹھی بولی بولنے لگتا ہے۔

''بھئی واہ شراب تو خوب ہے۔بڑا مزہ آ رہا ہے۔''

اس کے بعد اس کی بات چیت طوطے کی طرح چنچل ہو جاتی ہے۔وہ چہکنے لگتا ہے۔

پھر وہ چیتا بن جاتا ہے۔گرجنا اور دھاڑنا شروع کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دنیا میں اس کے سوائے دوسرا کوئی ہے ہی نہیں۔

آخر میں سور بن جاتا ہے۔اسے نہ تو اپنی سدھ بدھ رہتی ہے اور نہ اچھے بُرے کی تمیز۔وہ سور کی طرح جہاں تہاں گندگی میں پڑا رہتا ہے۔

□□□

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

موت کے لمبے ہاتھ

ایک دن کا ذکر ہے کہ دوپہر کے وقت متھلا ریاست کے راجا جنک کے پاس ان کا ایک خادم ہانپتے ہوئے آیا اور ہکلاتے ہوئے بولا۔

''حضور!.....ابھی.....ابھی بازار میں..... مجھے موت.....موت کی دیوی دکھائی پڑی۔ وہ.....وہ مجھے بڑی دیر تک تکتی رہی..... مجھے ڈر لگ رہا.....کہ کہیں.....''

راجا جنک نے اس کے کانپتے ہوئے جسم پر ایک سرسری نظر ڈالی اور بات کاٹتے ہوئے تسلّی دینے کی کوشش کی۔

''سنو! موت کی دیوی ظالم نہیں ہوتی۔ وہ بلاوجہ کسی کو نہیں ستاتی۔ اس کے پاس جس کی موت کا پروانہ ہوتا ہے، وہ اسی کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اور یہ کوئی خوف یا ڈر کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح ہم اپنے جسم کے کپڑے بدلتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہماری روح مقررہ وقت پر اپنا جسم بدل لیتی ہے۔ یاد رہے کہ سب کو ایک دن موت کی دیوی کے ساتھ سفر کرنا ہے یعنی ہر جاندار کے لیے موت لازم ہے۔''

لیکن وہ خادم راجا کے سمجھانے سے اور زیادہ خوف زدہ ہو گیا اور پھٹی پھٹی آواز میں بولا:

''حضور! آپ کا اقبال بلند ہو۔ اگر میں یہاں رہوں گا تو موت کی دیوی یقیناً مجھے اپنے ساتھ لے جائے گی اور مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس لیے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے اپنے اصطبل سے ایک نہایت تیز رفتار گھوڑا دینے کی مہربانی کریں تاکہ میں اس پر سوار ہو کر جلد از جلد اجودھیا نگر پہنچ جاؤں اور ماتا سیتا دیوی کے قدموں میں رہ کر ساری عمر بتا دوں۔''

راجا کو اس کی معصومیت پر رحم اور بے وقوفی پر غصہ آیا لیکن اس کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے اسے ایک تیز رفتار گھوڑا دے دیا جس کا نام 'منوویگ' تھا۔ وہ اس پر سوار ہو کر خوش خوش اجودھیا کی طرف چل دیا۔

اچانک اسی وقت راجا کو اپنے کسی ذاتی اور خاص کام سے کہیں جانا پڑا۔ جب وہ اپنا کام پورا کر کے اپنے محل واپس آ رہا تھا تو راستے میں اسے ایک گھر سے رونے پیٹنے کی آواز سنائی دی۔

پھر اس گھر سے اسے موت کی دیوی نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ راجا نے اس دیوی کو روک کر بڑے ادب سے پوچھا۔

''اے دیوی! کیا تم یہ بتانے کی مہربانی کرو گی کہ تم آج بازار میں میرے خادم کو کیوں گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں؟ موت کی دیوی نے وجہ بتاتے ہوئے کہا۔

''میں اسے اس لیے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی کہ کیا یہ وہی آدمی ہے جس کو آج میرے ساتھ چلنا ہے یا کوئی اور؟ کیونکہ اس آدمی کا پتا اجودھیا نگر کے قلعہ کا دروازہ اور وقت شام لکھا ہے۔ اس لیے شبہ ہوا کہ کہیں اس آدمی کا پتا اور وقت لکھنے میں کوئی بھول تو نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ آدمی ابھی تک یہاں موجود تھا۔ اس کا شام تک اجودھیا نگر کے پاس ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟''

راجا نے نہایت افسوس بھرے لہجہ میں دیوی کی الجھن کو سلجھاتے ہوئے کہا:

''اے دیوی! پتا اور وقت بالکل ٹھیک لکھا ہے۔ کیونکہ وہ تم سے خوف کھا کر میرا سب سے تیز رفتار گھوڑا لے کر اجودھیا نگر بھاگ گیا ہے۔ اور آج شام تک وہ یقیناً وہاں پہنچ جائے گا اور اس طرح اس نے خود اپنے آپ کو موت کے قریب کر لیا۔

سچ ہے موت کے ہاتھ بڑے لمبے ہوتے ہیں!!

❐❐❐

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

آغا صاحب کی ایک شرارت

بچو! ایک صاحب تھے آغا جانی کاشمیری۔ یہ پیدا تو لکھنؤ میں ہوئے لیکن رہتے تھے بمبئی میں۔ اِن صاحب نے بہت سی فلموں کے لیے کہانیاں بھی لکھیں اور مکالمے بھی۔ یہ صاحب شاعر بھی تھے اور سوانح نگار بھی۔

آغا صاحب نے اپنی زندگی کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام ہے ''سحر ہونے تک۔'' اس کی زبان اس قدر پیاری اور انداز اس قدر اچھوتا ہے کہ جناب سید احتشام حسین، علی سردار جعفری، راجندر سنگھ بیدی جیسے صاحبِ زبان بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس کتاب میں ان کی زندگی کی بہت عمدہ عمدہ کہانیاں لکھی ہیں۔ خاص طور سے بچپن کی شرارتیں تو بے شمار ہیں۔

ان ہی شرارتوں میں سے ایک شرارت آغا صاحب ہی کی مزیدار زبان میں پیش کرتا ہوں۔

ایک حکیم صاحب تھے جن کو ہم سب 'حکیم مرغا' کہتے تھے۔ ایک پسلی کے خود اور دو ہزار آدمیوں کو مارنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ یہ ہمارے محلے کے ایک مکان میں مطب کرتے تھے جس میں ایک قبرستان بھی تھا۔

جب کبھی کوئی حلوہ بناتے تھے، ہم لوگوں کو چکھاتے تھے اور اس کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ مریضوں کی موجودگی میں آؤ، حلوہ چکھو اور خوب تعریف کرو۔

ہم لوگ روز حلوہ کھاتے اور جب ختم ہونے لگتا تو وہ مریضوں کے سامنے پوچھتے۔ ''کیسا حلوہ ہے؟'' تاکہ کوئی مریض پھنسے۔

ہم لوگ سب مریضوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ

''کیا کہنا — آپ کے والد نے کھایا۔ دادا نے کھایا۔ چچا نے کھایا اور سامنے قبرستان میں دفن ہو گئے!

اور پھر مریضوں پر نظر ڈالتے ہوئے ہم لوگ کہتے —

''اب دیکھنا ہے کہ اِن میں سے کس کی باری ہے؟''

□□□

www.urduchannel.in

کہانی میں کہانی

جمعرات کو میں ہمیشہ کی طرح اپنے عزیز دوست افسر علی سے ملنے گیا۔ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔

''اچھا بھئی! اب ہم اجازت چاہیں گے۔'' اچانک مجھے ایک کام یاد آیا تو میں وہاں سے چلنے کے لیے کرسی سے اُٹھا۔

''ارے اِتنی جلدی کیا؟..... بیٹھو ابھی چلے جانا۔'' افسر بھائی نے کہا۔

مجبوراً دوبارہ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ خاموشی میں گزر گئے۔

''افسر بھائی اور سنایئے آپ۔'' میں نے خاموشی توڑی۔

''کیا سنائیں؟ غزل یا ٹھمری کیا پسند ہے؟ بھئی تم ہی کوئی 'کہانی' سناؤ۔ آج کل تو تم تھوک میں کہانیاں لکھ رہے ہو۔'' افسر بھائی بڑی روانی سے بولے۔

میں ذرا شرمایا اور کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

دیکھو بھئی تم شرمایا نہ کرو۔ تم ادیب ہو کر شرماتے ہو۔ اب سناڈالو کوئی نئی کہانی۔

افسر بھائی میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''میں بھی آج ایک ایسی کہانی سناؤں گا کہ صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ پھر کبھی کہانی سنانے کے لیے بھول کر بھی نہیں کہیں گے۔

جب میں بے حد بور ہونے لگا تو دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

''اچھا سُنیے ایک کہانی۔''

میں نے افسر بھائی کو مخاطب کیا۔

''سب سے پہلے تو آپ میری زندگی کی ایک حیرت انگیز کہانی سنئے۔ اس کے بعد دوسری کوئی کہانی سناؤں گا۔

میں اپنے والد کا بڑا بھائی ہوں۔ یعنی جب میرے والد پیدا ہوئے تھے تو میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ میری دادی نے جو میری سوتیلی بہن تھیں، انھیں پیدا ہوتے ہی میرے سپرد کر دیا اور مجھ سے کہا۔ ''اسے باہر لے جا کر ٹہلاؤ۔''

''اچھا بھئی تم خاموش ہو جاؤ۔'' افسر بھائی بیچ میں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے۔

www.urduchannel.in

''ارے صرف ذرا سی اور رہ گئی ہے۔'' میں نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کر دیا۔

''ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ ارے ہاں میرے والد صاحب یوں تو میری گود میں رو رہے تھے لیکن امین آباد پہنچ کر خاموش ہو گئے اور لکڑی ٹیک ٹیک کر اپنے پاؤں پر چلنے لگے۔

راستے میں ایک انڈے والا نظر آیا۔ انھوں نے بطخ کا ایک انڈا خریدا اور اپنے گرم کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

اس وقت سخت لو چل رہی تھی۔ پھر اوني کوٹ میں حرارت پہنچتے ہی انڈے سے ایک موٹا تازہ چوزہ نکل پڑا۔

میں نے راستے میں دو پیسے کا دھنیا لیا۔ جب میں دھنیا ہاتھ میں پکڑے پکڑے تھک گیا تو اس کو چوزے کی پیٹھ پر رکھ دیا۔ تھوڑی دور آگے چلے تھے کہ چوزہ شتر مرغ کے برابر ہو گیا۔

میں نے اس پر دو پیسے کی مرچیں بھی لے کر لاد دیں۔ مرچیں اس قدر زہریلی تھیں کہ اس کی پیٹھ سڑ گئی۔

دادی نے ہلدی۔ چونا، گیہوں پیس کر مرہم بنایا اور اس کی پیٹھ پر لگا دیا اور دوسرے ہی دن اس کی پیٹھ ٹھیک ہو گئی۔

تیسرے دن اس کی پیٹھ پر گیہوں اُگ آئے۔ اور چوتھے دن گیہوں پک گیا۔ گیہوں اس قدر اُگ آیا تھا کہ ہم کو سو مزدور کرایے پر بلانے پڑے اور مجبوراً اپنے ملک کی ضرورت پوری کرنے کے بعد باقی گیہوں دوسرے ملکوں کے ہاتھ فروخت کرنا پڑا۔

خدا کے لیے تم چپ ہو جاؤ۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی میں کبھی بھی تم سے کہانی سنانے کے لیے نہیں کہوں گا۔

افسر بھائی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے چپ رہنے کی التجا کی اور میں اپنی اس کامیاب اسکیم پر خوب ہنسنے لگا!!!

□□□

www.urduchannel.in

فیصلہ

کھٹ! کھٹ! کھٹ! شہر کے سب سے مشہور کنجوس امیر کے گھر کے دروازے پر ایک غریب لیکن ایماندار آدمی نے جو دائیں ہاتھ میں چاندی کے سکوں سے بھری تھیلی بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا، دستک دی۔

''کون؟ کیا بات ہے؟'' دروازہ کھولتے ہوئے کنجوس نے پوچھا۔

میں ہوں حضور! یہ تھیلی بازار میں پڑی ہوئی تھی۔ وہاں ایک آدمی آپ کا نام اور پتا بتاتے ہوئے یہ اعلان کر رہا تھا کہ آپ کی چاندی کے سکّوں سے بھری تھیلی کھو گئی ہے۔ یہ لیجیے تھیلی۔ آپ کی امانت بہت سنبھال کر لایا ہوں۔

کنجوس نے تھیلی سنبھالی اور اپنے چاندی کے سکے گن کر اسے اپنی تجوری میں حفاظت سے رکھ دیے اور پھر دوسرے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔

''حضور میرا انعام؟'' اس آدمی نے بڑی انکساری سے اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

''انعام! کیسا انعام!'' کنجوس نے معصوم بننے کی کوشش کی۔

جناب آپ ہی نے تو منادی کروائی تھی کہ جو شخص بھی آپ کی کھوئی ہوئی تھیلی پائے گا اور اسے آپ تک پہنچائے گا اس کو پندرہ چاندی کے سکّے بطور انعام دیے جائیں گے۔ اس غریب نے اعلان یاد دلایا۔

''انعام تو تم نے خود ہی لے لیا ہے۔ پھر کیسا انعام؟ تھیلی میں ایک سو پندرہ سکّے تھے۔ اب سو ہیں۔ ابھی تمھارے سامنے ہی میں نے گنے ہیں۔'' کنجوس نے کہا۔

''نہیں مالک میں نے ایک سکّہ بھی نہیں نکالا۔ خدا گواہ ہے۔!''

ایماندار آدمی بولا۔

''ارے بے ایمان تو، جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ چل بھاگ یہاں سے بے شرم، بے ایمان، جھوٹا کہیں کا، کنجوس نے دھکا دے کر اسے اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

وہ غریب شہر قاضی کے پاس گیا اور فریاد کی۔ شہر قاضی نے اپنے آدمیوں سے اس کنجوس کو بلوایا اور اس پر لگائے گئے الزامات سنائے گئے۔

www.urduchannel.in

کنجوس نے اپنی صفائی میں کہا۔

''قاضی صاحب! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے انعام دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں آج بھی اس پر قائم ہوں۔ لیکن حضور اس نے اپنا انعام تو خود ہی تھیلی سے نکال لیا—'' کنجوس نے انعام نہ دینے کی وجہ بتائی۔

''کیا مطلب؟''— شہر قاضی چونکے۔

''میرے محترم! میری تھیلی میں ایک سو پندرہ چاندی کے سکّے تھے۔ مگر جب اس شخص نے تھیلی واپس کی تو اس میں صرف سو ہی سکّے نکلے۔ میں نے اسی کے سامنے سِکّے گنے تھے۔ آپ اس سے میری اس بات کی تصدیق کر لیجیے۔''

''جی سرکار! اس میں سو سکّے ہی نکلے تھے لیکن حضور میں نے اس تھیلی سے ایک سکّہ بھی نہیں نکالا۔''

شہر قاضی بہت دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر کنجوس پر نگاہ جماتے ہوئے بولا۔

''کیا تم وہ تھیلی اپنے ساتھ لائے ہو؟ اگر نہیں لائے ہو تو جا کر لے آؤ۔''

کنجوس دوڑا ہوا گھر گیا اور تھیلی لا کر قاضی کی خدمت میں پیش کی۔ قاضی نے تھیلی کا غور سے معائنہ کیا لیکن اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

ایک منٹ! دو منٹ! تین منٹ! اسی طرح قریب دس منٹ گزر گئے۔

اچانک شہر قاضی کے ذہن میں کوئی بات کوندی، اس نے تھیلی کو ہلایا اور دو منٹ کے بعد اس نے مطمئن لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

''تمھارے بیان کے مطابق اس تھیلی سے پندرہ سکّے نکال لیے گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس تھیلی میں پندرہ سکّے رکھنا چاہوں تو رکھ سکتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بہ مشکل تمام پانچ چھے سکّوں سے زیادہ نہیں سما سکتے۔

لہٰذا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ تھیلی تمھاری نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے شخص کی ہے۔''

کنجوس کی نیت کا کھوٹ ظاہر ہو چکا تھا۔ اس نے شہر قاضی سے معافی مانگی اور قاضی کے حکم سے غریب شخص کو اس کا انعام دے کر رخصت کیا۔

شہر قاضی نے اُس کنجوس سے آیندہ بے ایمانی نہ کرنے کا وعدہ لے کر اُسے چھوڑ دیا۔

□□□

www.urduchannel.in

اِنسانیت کا پاک چہرہ

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب انگلینڈ پر جان نام کے ایک بادشاہ کی حکومت تھی۔

وہ بہت بدمزاج، بدکردار، تنگ دل، ظالم اور حاسد بادشاہ تھا۔

وہ اپنی رعایا میں جب کبھی کسی کو ذرا بھی ہر دل عزیز اور خوش حال دیکھتا تو اس سے حسد کرنے لگتا اور کسی نہ کسی بہانے اس کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا۔

ایک روز جان کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ ایک سردار عوام میں روز بروز مقبول ہوتا جا رہا ہے اور اس کی انصاف پسندی و خدا ترسی کا ہر جگہ چرچا ہے۔

یہ سننا تھا کہ اس ظالم نے فرمان جاری کیا کہ ——

سردار کو مابدولت کے سامنے آج ہی اور اسی وقت پیش کیا جائے۔

وزیر اعظم نے حکم کی تعمیل کی اور سردار کو اس کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

بادشاہ نے سردار سے اپنی گرجدار آواز میں پوچھا:

کیا یہ سچ ہے کہ تم عوام میں مجھ سے زیادہ باعزت اور مقبول ہو؟

کیا یہ سچ ہے کہ تم مجھ سے زیادہ خوش حال ہو؟

اگر ایسا ہے بھی، تو کیوں؟

مجھے ایمانداری سے پوری بات بتائی جائے۔ مابدولت تمھاری طرف سے فکر مند ہیں۔

سردار نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔

آپ اس ملک کے بادشاہ ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں۔ ہر روز آپ ہزاروں لوگوں کو اپنی مہربانیوں سے نوازتے ہیں۔

ظاہر ہے آپ کے مقابلے میں اس حقیر کی کیا بساط! بندہ معافی چاہتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

تو گویا جہاں پناہ جھوٹ بول رہے ہیں؟

جان کی بڑی بڑی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

www.urduchannel.in

اگر جان کی امان پاؤں تو عرض ہے کہ میں نے تو ایسا عرض نہیں کیا، عالی جاہ! سردار نے بڑے ادب سے کہا۔

نہیں! تم گستاخ ہی نہیں، بے ادب بھی ہو۔ تم کو سزا ملنی چاہیے۔

اور جان نے اس بے گناہ کو سزا دینے کا فیصلہ سنا دیا۔

فیصلہ سن کر سارے دربار میں سنّاٹا چھا گیا کیونکہ سارے درباری اچھی طرح جانتے تھے کہ سردار بے قصور ہے۔

ایک منہ لگے درباری نے کورنش بجالاتے ہوئے بڑے ادب و احترام سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنے کی ہمت کی۔

جہاں پناہ! جہاں تک میرا خیال ہے، سردار بالکل بے گناہ ہے۔ یہ تو آپ کا خادم ہے۔

اچھا تم کہتے ہو تو میں اس کو معاف کر دوں گا مگر ایک شرط ہے۔ یہ میرے تین سوالوں کا جواب دے گا۔

جان نے تیور بدلتے ہوئے سردار کے سامنے اپنے تین سوال رکھے۔

میرا پہلا سوال یہ ہے کہ میری ''قیمت'' کیا ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ میں کتنے دنوں میں گھوڑے پر سوار ہو کر پوری دنیا کا چکر کاٹ سکتا ہوں؟

میرا تیسرا اور آخری سوال یہ ہے کہ میں اس وقت کیا سوچ رہا ہوں؟

مرتا کیا نہ کرتا۔ بے چارہ سردار ان سوالوں کا جواب دینے پر رضامند ہو گیا لیکن اس نے بادشاہ سے درخواست کی:

عالی جاہ! مجھے ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے چند دن کی مہلت عطا فرمائی جائے۔

بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا۔

میں تمھیں ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے اتنی مہلت میں میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو تمھیں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

ایک ایک کر کے دن گزرتے گئے۔ جب صرف دو دن رہ گئے تو سردار نے سوچا کہ

پرسوں میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ کیوں نہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کا آخری دیدار کر لوں۔

چنانچہ وہ لوگوں سے ملاقات کے لیے گھر سے چل دیا۔

راستے میں اسے ایک چرواہا ملا۔ اس نے سردار کو سلام کیا۔

وعلیکم کہہ کر سردار آگے بڑھ گیا۔

چرواہے نے سردار کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا اس کو تشویش ہوئی کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے سردار سے دریافت کیا۔

مالک، کیا بات ہے؟ آج آپ بہت دُکھی دکھائی دیتے ہیں۔

نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ سردار نے اسے مختصر سا جواب دے کر ٹالنے کی کوشش کی۔

لیکن چرواہے نے سارا قصہ معلوم کر کے ہی دم لیا۔

اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے سردار کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر سردار بہت خوش ہوا اور اپنے گھر واپس آ گیا۔

مقررہ دن آیا۔ سردار بڑے اعتماد سے دربار میں حاضر ہوا۔

لیکن اس نے ایک خاص قسم کی ٹوپی پہن رکھی تھی جس سے اس کا تقریباً پورا چہرہ چھپا ہوا تھا۔

کیا میرے تینوں سوالوں کے جواب دینے کے لیے تیار ہو؟

جان نے کڑک کر سوال کیا۔

جی عالی جاہ! یہ غلام حاضر ہے۔ سردار نے جواباً عرض کیا۔

تو بتاؤ میری قیمت کیا ہے؟

جان نے اپنے سوالوں کی ابتدا کی۔

ظلِّ سبحانی! ہمارے ملک میں پونڈ سب سے زیادہ قیمتی سکّہ ہے لہٰذا آپ کا مقابلہ اسی سکّہ سے ہونا چاہیے۔

جان یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنا دوسرا سوال کیا۔

میں گھوڑے پر سوار ہو کر کتنی دیر میں پوری دنیا کا چکر لگا سکتا ہوں؟

سرکار! آپ اگر سورج نکلتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر سورج کی رفتار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھیں تو آپ چوبیس گھنٹے میں پوری دنیا کا چکر لگا سکتے ہیں۔

بہت خوب! بہت خوب! جان نے بے اختیار داد دی۔

اب میں تم سے اپنا تیسرا اور آخری سوال پوچھتا ہوں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ کیونکہ اسی سوال کے جواب پر تمھاری جان بخشی کا دارومدار ہے۔ ہاں تو بتاؤ۔ میں اس وقت کیا سوچ رہا ہوں؟

بادشاہ سلامت! اس وقت آپ سوچ رہے کہ کیا میں وہی سردار ہوں جسے آپ نے سزا کا حکم سنایا تھا۔ سردار نے پُراعتماد آواز میں جواب دیا۔

اس پر بادشاہ چونکا اور بولا:

تو پھر آخر تم کون ہو؟

میرے آقا! میں ایک چرواہا ہوں۔

اس نے اپنے سر سے ٹوپی اتارتے ہوئے کہا۔

اس انکشاف پر بادشاہ اور سارے درباری حیرت میں پڑ گئے۔ پھر بادشاہ نے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا۔

تم۔ سردار کے بدلے کیوں آئے ہو؟

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

جہاں پناہ! خدا آپ کا سایہ ہم پر ہمیشہ رکھے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ معصوم اور بے گناہ انسان پھانسی کے تختہ پر نہ چڑھا دیا جائے۔

تو کیا تم کو معاف کر دیا جائے گا۔ بادشاہ غرّایا۔

عالی جاہ! میں اگر اس دنیا سے چلا جاؤں تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن سردار جیسے خدا ترس، ایماندار، انصاف پرست اور نیک انسان کی اس ملک کو ابھی بہت سخت ضرورت ہے۔

بادشاہ کی خود بینی، خود ستایشی، خود غرضی، غرور اور حیوانیت نے چرواہے کی شکل میں انسانیت کا پاک چہرہ دیکھا جس سے اس کی روح اور اس کا ضمیر جاگ اُٹھا۔

اس نے دونوں کو معاف کر دیا۔

اور سردار جیسی ہر دل عزیز زندگی اپنانے کا فیصلہ کیا!!

❐❐❐

www.urduchannel.in